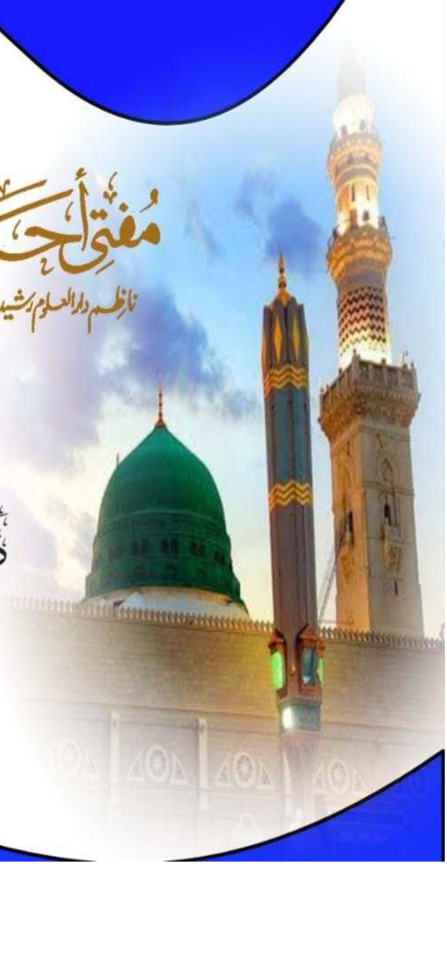
ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات



مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناظم دارالعلوم رشیدیہ و صدر دارالافتاء والارشاد حیدرآباد

دارالعلوم رشیدیہ

زیر انتظام: رشیدیہ ایجوکیشنل چیاریٹیبل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است
ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات

مرتب
مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناشر
دار العلوم رشیدیہ

تفصیلات

نام کتاب	:	ذکر حبیب ﷺ کی برکات
مرتب	:	مفتی احمد اللہ نثار قاسمی
صفحات	:	۷۸
ناشر	:	دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآبا
سن اشاعت	:	رجب المرجب ۱۴۴۴ھ جنوری ۲۰۲۳ء
تعداد باراول	:	
باہتمام	:	

فہرس

سیرت (۱) رسول کی جامعیت

لوگوں کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے تاریخ کے اوراق پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے ان میں سے کچھ فاتحین عالم تو کچھ حکماء، اطباء، قانون ساز، دور مصلحین ہیں، لیکن ان میں کسی کی عملی زندگی ان کے متعلقہ علم وفن کے علاوہ تمام انسانوں کی کامیابی کے لئے نمونہ نہیں ہے ،ان میں سے ہر ایک کی خدمات مخصوص شعبہ جات تک محدود

---

(۱) عربی زبان میں "فِعلہ" کا وزن کسی کام کا طریقہ یا کام اختیار کرنے کے انداز اور اسلوب کو بتاتا ہے مثلاً "ذِبحہ" طریقہء ذبح "قِتلہ" طریقہء قتل ،سیرت کے لغوی معنیٰ ہوئے "چلنے کا طریقہ" اس معنیٰ میں توسع ہوئی تو زندگی گزارنے کے اسلوب اور انداز کے معنیٰ میں استعمال ہوا، پھر تخصیص ہوگئی کہ "سیرت" کا لفظ آنحضور ﷺ کی زندگی کے اعمال مراد ہوئے، آج دنیا کی تمام بولی جانے والی زبانوں میں سیرت کا لفظ آنحضور ﷺ کی مبارک زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے سیرت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے : "آنحضور ﷺ کے وجود گرامی، آپ کے صحابہ کرام، اہل بیت، آل عظام سے جو چیز بھی متعلق ہے، آنحضور ﷺ کی ولادت مبارکہ سے آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے تک، ان سب کی تفصیل کو سیرت کہتے ہیں" آنچہ متعلق بہ وجود پیغمبر وصحابہ کرام وآل عظام است واز ابتدائے تولد آں جناب تا غایت وفات آں را سیرت گویند، ورنہ قدیم مفسرین ،فقہاء،محدثین اور سیرت نگاروں نے جیسے علامہ ابن ہمام نے بھی فتح القدیر میں لکھا ہے کہ شریعت کی اصطلاح میں "سیرت" سے مراد وہ طریقہ ہے جو کفار کے ساتھ جنگ وغیرہ میں اپنایا جائے، محدثین اور سیرت نگار دونوں حضرات نے حضور ﷺ کی زندگی کی طرف توجہ دی ہے، محدثین کا اہتمام آنحضور ﷺ کے ارشادات، افعال واعمال اور تقریرات پر جائز و ناجائز ہونے کے اعتبار سے برعکس سیرت نگاروں کے یہ حضرات آنحضور ﷺ کا ذاتی طرزِ عمل، شخصیت مبارکہ سے بحث کرتے ہیں، یوں کہہ لیجئے حدیث میں اصل بحث اقوال و افعال اور تقریرات سے ہوتی ہے اور ذات وشمائل رسول ضمناً زیر بحث آتے ہیں جبکہ سیرت میں ذات وشمائل رسول ﷺ اصلاً زیر بحث آتے ہیں اور اقوال وافعال پر ضمناً اور تبعاً بحث ہوتی ہے، سیرت میں درجہء صحت سے فروتر روایات بھی لی جاتی ہیں جبکہ حدیث میں اس کی گنجائش نہیں، نیز صحیح وسقیم مرویات کے مابین امتیاز کے لیے محدثین کا معیار سیرت نگاروں کے اختیار کردہ معیار سے بلند تر ہے ۔زمانے کے واقعات کی موقت جستجو کا نام تاریخ ہے جب کہ سیرت میں بطور خاص آنحضور ﷺ سے متعلق واقعات سے بحث کی جاتی ہے ۔(الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ ،علامہ سخاوی)سیرت کے مآخذ مستند ہوتے ہیں جبکہ تاریخ میں رطب ویابس سب رہتا ہے، سیرت میں قیاس کا دخل نہیں ہوتا جبکہ تاریخ میں مورخ کے قیاس کا بڑا دخل رہتا ہے ۔

ہیں، فاتحین نے اپنی بادشاہت کے شاندار مظاہر، سپہ سالاروں نے بہادری کے بے مثال کارنامے، اطباء نے عدیم المثال خدمات، اہل فلسفہ نے دنیا کے نقشے کو تبدیل کر دینے کے منصوبے پیش کیے اور وہ بھی ناقص جو آئے دن ضرورت کے تحت بدلتے رہتے ہیں، گویا کہ عالمگیریت کا عنصر کسی کی سوانح عمری میں نظر نہیں آتا، ان میں سے کسی کی عملی زندگی تمام انسانوں کو عملاً اچھائیوں سے مکمل متعارف نہیں کرواسکی اور نہ ہی برائیوں سے اجتناب کی راہ کا تعین کرواسکی، جبکہ خاتم النبیین سیدنا محمد ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں بعثت کے بعد سے قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے اگر کوئی کامل و مکمل لائق عمل و قابل تقلید زندگی ہے تو وہ صرف اور صرف سید الاولین والآخرین محمد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہے، آپ ﷺ کے علاوہ کسی نبی و رسول کی زندگی اس طرح مضبوط طریقہ پر محفوظ نہیں ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی سیرت محفوظ ہے، موسیٰ علیہ السلام کی سیرت صحیح طور پر موجود نہیں ہے، پتہ لگانے کے لیے موجودہ تورات کا سہارا کافی نہیں ہے، علمائے یہود نے اس میں ترمیم کر دی ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت کا حال بھی یہی ہے، جس مجموعے کو انجیل کہا جاتا ہے اس کے لکھنے والوں کے بارے میں بہت اختلاف ہے کہ وہ کون لوگ تھے اور کس زمانے کی پیداوار تھے؟ مختلف مذاہب کے انبیاء اور رسولوں کی سیرتوں کا حال ہے، اگر کسی نبی کی محفوظ ہے بھی تو اس کی اب چنداں ضرورت بھی نہیں، دوسرے نظریات کے بانی اور فلسفیوں کی سیرتوں کا حال تو بس کاہنوں کی من گھڑت کہانیاں اور قصے ہیں جو نسل در نسل منتقل ہو رہے ہیں جنہیں عصبیت سے آزاد عقل کبھی صحیح نہیں مان سکتی۔

☆ اگر آپ بادشاہ اور سربراہِ مملکت ہیں تو شاہِ عرب اور فرماں روائے عالم کی زندگی آپ کے لیے نمونہ ہے۔

☆ اگر آپ فقیر و محتاج ہیں تو کملی والے کی زندگی آپ کے لیے اُسوہ ہے، جنہوں نے کبھی دقل (رڈی قسم کی کھجوریں) بھی پیٹ بھر کر نہ کھائیں۔ اور جن کے چولہے میں بسا اوقات دو دو ماہ تک آگ نہیں جلائی جاتی تھی۔

☆ اگر آپ سپہ سالار اور فاتح ملک ہیں تو بدر و حنین کے سپہ سالار اور فاتح مکہ کی زندگی آپ کے لیے ایک بہترین سبق ہے جس نے عفو و کرم کے دریا بہا دیئے تھے۔ اور ”لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ“ کا خوش آئند اعلان فرما کر تمام مجرموں کو آنِ واحد میں معافی کا پروانہ دے کر بخش دیا تھا۔

☆ اگر آپ قیدی ہیں تو شعبِ ابی طالب کے زندانی کی حیات آپ کے لیے درسِ عبرت ہے۔ اگر آپ تارکِ دنیا ہیں تو غارِ حراء کے گوشہ نشین کی خلوت آپ کے لیے قابلِ تقلید عمل ہے۔

☆ اگر آپ چرواہے ہیں تو مقام ”اجیاد“ میں آپ کو چند قراریط (ٹکوں) پر اہلِ مکہ کی بکریاں چراتے دیکھ کر تسکین قلب حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ معمار ہیں تو مسجد نبوی کے معمار کو دیکھ کر ان کی اقتداء کر کے خوشی محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر آپ مزدور ہیں تو خندق کے موقع پر اُس بزرگ ہستی کو پھاوڑا لے کر مزدوروں کی صف میں دیکھ کر اور مسجد نبوی کے لیے بھاری بھرکم وزنی پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے ہوئے دیکھ کر قلبی راحت حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ مجرّد ہیں تو اس پچیس سالہ نوجوان کی پاکدامن اور عفت مآب زندگی کی پیروی کر کے سرورِ قلب حاصل کر سکتے ہیں جس کو کبھی کسی بدترین دشمن نے بھی داغدار نہیں کیا اور نہ کبھی اس کی جرأت کی ہے۔

☆ اگر آپ عیال دار ہیں تو آپ متعدد ازواجِ مطہرات کے شوہر کو ”اَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِىْ“ فرماتے ہوئے سن کر جذبۂ اتباع پیدا کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ یتیم ہیں تو حضرت آمنہ کے لعل کو یتیمانہ زندگی بسر کرتے دیکھ کر آپ کی پیروی کر سکتے ہیں۔

اگر آپ ماں باپ کے اکیلے بیٹے ہیں اور بہنوں اور بھائیوں کے تعاون و تناصر سے محروم ہیں تو حضرت عبداللہ کے اکلوتے بیٹے کو دیکھ کر اشک شوئی کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ باپ ہیں تو حضرت زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ، قاسمؓ اور ابراہیمؓ (وغیرہ) کے شفیق و مہربان باپ کو ملاحظہ کر کے پدرانہ شفقت پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ عابد شب خیز ہیں تو اُسوۂ حسنہ کے مالک کے متورّم قدموں کو دیکھ کر اور ''اَفَلاَ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا'' فرماتے ہوئے آپ کی اطاعت کو ذریعہ تقرّبِ خداوندی اختیار کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ مسافر ہیں تو خیبر و تبوک وغیرہ کے مسافر کے حالات پڑھ کر طمانیت قلب کا وافر سامان مہیا کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ امام اور قاضی ہیں تو مسجد نبوی کے بلند رتبہ امام اور فصلِ خصومات کے بے باک اور منصف مدنی جج کو بلا امتیازِ قریب و بعید اور بغیر تفریق قوی و ضعیف فیصلہ صادر فرماتے ہوئے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر آپ قوم کے خطیب ہیں تو خطیب اعظم کو منبر پر جلوہ افروز ہو کر بلیغ اور موٴثر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اور غافل قوم کو ''اِنِّی اَنَا نَذِیْرُ الْعُرْیَانِ'' فرما کر بیدار کرتے ہوئے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ الغرض زندگی کا کوئی قابل قدر اور مستحق توجہ پہلو اور گوشہ ایسا باقی نہیں رہ جاتا جس میں سرورِ کائنات ﷺ کی معصوم اور قابل اقتداء زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ، عمدہ ترین اُسوہ اور اعلیٰ ترین معیار نہ بنتی ہو۔

پس اُس وجودِ قدسی پر لاکھوں بلکہ کروڑوں درُود و سلام، جس کے وجود مسعود میں ہماری زندگی کے تمام پہلو سمٹ کر آجاتے ہیں اور ہماری رُوح کا ایک ایک گوشہ عقیدت و اخلاص کے جوش سے معمور ہو جاتا ہے جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے لعل و گوہر کا جو پائدار خزانہ تمام ارض و سما اور بحر و بر چھان ڈالنے کے بعد بھی کسی قیمت پر جمع نہیں ہو سکتا تھا وہ انمول خزانہ اُمت مرحومہ کو اپنے پیارے نبی کے اُسوۂ حسنہ، اپنے برگزیدہ رسول کی سنت صحیحہ اور اپنے مقبول رسول کے معدنِ حدیث کی ایک ہی کان اور معدن سے فراہم ہو گیا ہے۔ اور قرآن کریم کے بعد ہماری تمام بیماریوں کا مداوا حدیث پاک میں علیٰ وجہ الاتم

موجود ہے۔(۱)

سیرتِ رسول جاننے کی اہمیت

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ سیرت کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے، سعادت دارین آپ ﷺ کی لائی ہوئی رہنمائی اور ہدایت پر مبنی ہے، جو سعادت کا طالب ہو، نجات کا خواہش مند ہو وہ آپ ﷺ سیرت سے آگاہی کا پابند ہے۔

۞ تہذیبی نقطہء نظر سے اسلامی تہذیب سابقہ تمام تہذیبوں کی روح اور خلاصہ، گویا اسلامی تہذیب سابقہ اور لاحقہ تہذیبوں کا نقطہء اتصال ہے، جسے غیر مسلم مؤرخین نے بھی تسلیم کیا ہے، تمام تہذیبوں کے حقائق کی معرفت کے لیے اسلامی تہذیب سے بھر پور واقفیت ضروری ہے، اسلامی تہذیب سے واقفیت سیرت کی جانکاری کے بغیر ممکن نہیں، نیز اسلامی تہذیب کی وجہ سے انسانی سطح پر زبردست علمی، تحقیقی اور فکری انقلاب برپا ہوا جس کے ذریعہ علوم وفنون کی تحقیق اور اس میدان میں ایک نئے عالمی دور کا آغاز ہوا، یہ سب سیرت کے علم کی وجہ سے ہے۔

۞ بین الاقوامی نقطہء نظر سے جو عالمی مسائل پوری دنیا کو درپیش ہیں ان کا صحیح حل مسلم قوم کو شامل کیے بغیر تلاش کرنا فضول ہے، مسلمانوں کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے، اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، مسلمانوں کا مزاج اور ان کی تہذیب جاننا بے حد ضروری ہے جو پوری اسلامی تہذیب اور سیرت کے بغیر ممکن نہیں۔

۞ سیرت محض ایک شخصیت کی سوانح عمری نہیں بلکہ یہ ایک تہذیب، ایک قوم وملت اور ایک الٰہی پیغام کے آغاز اور ترقی کی انتہاء ہے، دورجدید بلاتفریق مسلم وغیر مسلم ہر شخص پر سنجیدگی سے سیرت کا علم ضروری ہے۔

۞ موجودہ دور عالمگیریت کا دور ہے، پوری دنیا ایک عالمگیر نظام کی ضرورت محسوس

---

(۱) اُسوۂ حسنہ کی جامعیت، از : مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

کررہی ہے، خودساختہ نظام یکے بعد دیگرے ناکام ہورہے ہیں متبادل نظام کی ضرورت اگر کوئی مذہب پوری کرسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے، عالمگیر نظام کا نمونہ اسلام نے اس سے قبل پیش کردیا، اس کے لیے اگر کسی شخصیت کی زندگی صحیح رہنمائی کرسکتی ہے تو وہ صرف آنحضور ﷺ کی زندگی ہے۔

۞ آج انسانیت ایک بار پھر دورِ جاہلیت کی طرف لوٹ رہی ہے، جسے جاہلیت جدیدہ کہا جاسکتا ہے، اب جاہلی اطوار نیا لبادہ اوڑھ کر سامنے آرہے ہیں، دورِ جاہلیت کا وہ کونسا بگاڑ ہے جس کی ترقی یافتہ شکل موجودہ معاشرہ میں نہ پائی جاتی ہو، آج پھر انسانیت مسائل کے دلدل میں پھنس چکی ہے۔

۞ اسلام ہر دور میں تیز رفتار مذہب رہا ہے، جن ادوار میں مسلمانوں کو سیاسی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا مادیت وعسکریت سے بہ ظاہر شکست ہوئی ان ادوار میں بھی بطور خاص اسلام اور تیزی کے ساتھ پھیلا، نائن الیون (۹/۱۱) کا واقعہ اس کی تازہ ترین مثال ہے، امریکہ اور یورپ میں قبول اسلام کی رفتار اس سے پہلے نہیں رہی، اس سانحہ کے بعد اسلامی لٹریچرز کی طباعت و اشاعت کئی گنا بڑھ گئی، اس راز وقوت اور اسپرٹ کو جاننے کے لیے سیرت کا علم انتہائی ضروری ہے۔

۞ دورِ جدید میں مستشرقین کی طرف سے سیرتِ رسول اور تاریخ اسلام سے متعلق غلط قسم کے نظریات اور بے بنیاد الزامات واعتراضات کی حقیقت جاننے کے لیے سیرت کا مطالعہ گہرا اور وسیع ہونا بہت ضروری ہے۔(۱)

ماہِ ربیع الاول اور ذکر حبیب ﷺ

اس ماہ کو رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے ایک خاص مناسبت ہے، اس مہینے میں آقا ومولانا محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، اسی ماہ میں نبوت ملی، اسی ماہ میں ہجرت

(۱) موجودہ دور میں سیرتِ رسول ﷺ کا پیغام، مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب

ہوئی، اسی ماہ میں رحلت ہوئی ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی دن اور کوئی لمحہ ایسا نہ ہو کہ اس کے دل کی دنیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد سے آباد نہ ہو؛ اس ماہ کی خصوصی نسبت کی وجہ سے عام طور پر اس موقع پر زیادہ جلسے کئے جاتے ہیں، اخبارات ورسائل کے نمبرات نکلتے ہیں، مختلف طریقوں پر سیرت طیبہ کے تذکرہ کو تازہ کیا جاتا ہے، مگر جلسوں کو ربیع الاول تک محدود کردینے سے یہ پیغام ملتا ہے کہ مسلمان اپنے نبی کو صرف سال میں ایک مرتبہ ماہِ ربیع الاول ہی میں یاد کرتے ہیں، جب کہ سال کے بارہ مہینے اور مہینے کے تیس دن بلکہ ۲۴ گھنٹے نبی کی سیرت کو پیش نظر رکھنے کے مکلف تھے، شب وروز کے معمولات، مسلمان کی رفتار وگفتار، طور وطریق سے نبی کی یاد تازہ کی جاتی، ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی ایک ماہ کے ساتھ مختص کرنے کے بجائے سال کے بارہ مہینے تذکرۂ سیرت سے معطر رہنا چاہئے، مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادیؒ سے کسی نے پوچھا، آپ میلاد کو جائز کہتے ہیں یا ناجائز؟ فرمایا: ہم تو ہر وقت ہر لمحہ میلاد النبی میں مشغول ہوتے ہیں، کلمہ کا ورد جاری رہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کلمہ نصیب نہ تھا، اس ذات کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرے کے لیے کیا مہینہ اور دن متعین کیا جاتا ہے؟ حقیقی عاشق ہمیشہ معشوق کے تصور میں کھویا رہتا ہے، لیلی، مجنوں کا کتنا مشہور مقولہ ہے۔(۱) "من احب شیئا اکثر ذکرہ" (۲)

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت ہے

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت ہے، اذاں واقامت، اور نماز جیسا اہم فریضہ درود (ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خالی نہیں، مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جشن سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن (تعلیمات) کی فکر ہو، ذکر لسانی سے زیادہ ذکر عملی کا اہتمام ہو، اپنے ہر عمل سے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ ہوجائے، زبانی ذکر دعوئے محبت ہے، عملی ذکر دلیل محبت ہے، دعوی بلا دلیل معتبر نہیں ہوتا،

---

(۱) فتح الباری لابن حجر، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ۔

(۲) فتح الباری لابن حجر، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ۔

عملی زندگی شریعت وسنت کے تابع ہو تو ''ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ برأت'' کا مصداق ہے، اولیاء کی زندگی عملی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت النبی کا مدرسہ ہوا کرتی تھی، اسی لئے انہیں مستقل میلاد کے جلسوں کی ضرورت نہ ہوتی تھی، جب عملی زندگی کمزور ہوگئی تو رسمی جلسوں کا اہتمام، کردار کے بجائے گفتار کا سکہ چلنے لگا، لیکن یہ بھی بسا غنیمت ہے کہ ربیع الاول کے موقع پر ہی سہی کچھ نہ کچھ بیداری ہو جاتی ہے، تذکرہ خواہ نثر میں ہو یا نظم میں بہر صورت باعثِ برکت ہے۔

نظم میں تذکرہ

کسی انسان کی خوبیاں اگر اس کی زندگی میں بیان کی جائیں تو اس کو عربی میں مدح ،اردو میں نعت کہتے ہیں، اس کے مرنے کے بعد اس کے اوصاف ومناقب کا ذکر کیا جائے تو اس کو مرثیہ کہتے ہیں، ہم اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی اپنے روضہ میں باحیات ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بہر صورت نعت کہلائے گی۔

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نعت گوئی عشقِ رسول اور شوقِ مدینہ ہندوستانی شعرا کا محبوب موضوع رہا ہے اور فارسی شاعری کے بعد سب سے بہتر اور سب سے مؤثر نعتیں اردو ہی میں ملتی ہیں۔'' (۱)

اردو کی قدیم مثنویاں اس کی شاندار مثال ہیں، ویسے تو اردو میں باقاعدہ نعت گوئی کا آغاز سولھویں اور سترھیوں صدی میں ہوا جب اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر سلطان محمد قلی قطب شاہ (۱۵۶۵-۱۶۱۱) نے نعت کی مستقل حیثیت قائم کی۔

نعت گوئی میں نہ صرف زبان دیکھی جاتی ہے اور نہ بیان پر نظر جاتی ہے، نہ فنی نکات تلاش کئے جاتے ہیں، اس کی روح صرف اخلاص اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، اگر بات دل

(۱) سید ابوالحسن علی ندویؒ، کاروان مدینہ، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوہ، لکھنؤ، ص ۱۷۶۔

سے نکلی ہے تو دلوں پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور بارگاہِ رسالت مآب میں وہ نذرانہ عقیدت اور محبت قبول ہو جائے تو اشعار کو حیات جاویدانی نصیب ہو جاتی ہے، جیسے فارسی میں سعدی شیرازیؒ، عبدالرحمان جامیؒ، محمد جان قدسیؒ وغیرہ کی بعض نعتیں اس کی شہادت دے رہی ہیں۔

جب کفارِ مکہ نے حضور اکرم ﷺ اور مذہب اسلام کی مخالفت میں جنگ و جدال کے ساتھ شاعری کا بھی سہارا لیا تو نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پر صحابۂ کرام کی ایک جماعت جن میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زہیر، حضرت کعب بن مالک اور حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہم وغیرہ نے کفارِ مکہ کی ہجویہ شاعری کا مقابلہ شاعری سے ہی کیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں اشعار پڑھ کر آپ ﷺ کا دفاع کیا اور مذہب اسلام کے محاسن و خوبیاں بیان فرمائیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے کفارِ قریش کی ہرزہ سرائی کا جواب دینے کے لیے بالخصوص حسان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ کو جوابی اشعار لکھنے کا حکم دیا جن کا مرکزی نقطہ مدح رسالت ہی ہوتا تھا، آپ ﷺ مسجد نبوی میں اشعار سماعت فرمائے، اچھے اشعار پر اظہار پسندیدگی بھی فرمایا، بعض اشعار پر اصلاح بھی فرمائی، نعت گوئی کی روایت عہد صحابہ سے موجودہ عہد تک مسلسل قائم ہے مسلم شعرا نے ہی نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم شعرا نے بھی آپ ﷺ کے فضائل و کمالات کا منظوم تذکرہ کر کے اپنے فن کو اعتبار بخشا۔"(۱)

حضرت اعشیٰؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور عبداللہ بن مرداسؓ شعرائے رسول ﷺ میں ہیں جن کی نعتیں خود رسولؐ نے سماعت فرمایا اور اظہار مسرت سے نعت گوئی کو تقدس عطا فرما دی ان کے اشعار سیرت نبوی کی تمام معتبر کتابوں میں منقول ہیں، آنحضرت ﷺ کی مدح میں سب سے پہلے ابو طالب نے نعت کہی "سیرۃ النبی میں ابن ہشام نے اس قصیدہ کے سات شعر نقل کئے ہیں، اس قصیدہ سے پہلے کوئی کلام ایسا نہیں ملتا جس میں براہِ راست

---

(۱) (سعود عالم، قصیدہ بردہ کے اردو تراجم، تحقیق، تجزیہ: "بانت سعاد"، کورپیج: ۷۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت یا مدح ہو، اس قصیدے کے ابتدائی تین شعر یہ ہیں:

اذا اجتمعتْ یوماً قریشٌ لِمُفتخرٍ   فعَبدُ منافِ سِرّھا وصمیمھا
وإن حصلت أشراف عبد منافھا   وفی ھاشم أشرافھا وقدیمھا
وإن فخرت یوماً فإن محمداً   ھو المصطفیٰ من سرّھا وکریمھا(۲۹)

اس قصدہ کے بقیہ چار اشعار کا رُخ اہل قریش کی طرف ہے(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت میں جناب ابو طالب کے اور اشعار بھی ملتے ہیں، خاص طور سے ایک طویل قصیدہ جو ۹۵/ اشعار پر مشتمل ہے، جن میں سے ایک شعر یہ بھی ہے:

وأبیضَ یُستسقی الغَمَام بوجھه   ثِمالُ الیتامی عِصْمَةٌ للأرامل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گورا رنگ، وہ حامی یتیموں، بیواؤں کے، لوگ ان کے چہرہ کے صدقے سے پانی مانگتے ہیں۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قصیدہ بردہ

دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام کے مشہور شعرا کے درمیان کعب بن زہیر کا نام احترام وعقیدت کے ساتھ لیا جاتا ہے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے والد زہیر بن ابی سلمیٰ اس دور کے بڑے شاعر تھے، ان کے قصیدے کو خانہ کعبہ میں آویزاں ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو شاعری وراثت میں ملی تھی، اس لیے کم عمری ہی میں انھوں نے شاعری شروع کر دی تھی، زہیر بن ابی سلمیٰ نے اپنے بیٹے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے شاعرانہ رجحان کو دیکھتے ہوئے انھیں اشعار کہنے سے باز رکھنے کی کوشش کی، اس لیے کہ انھیں خوف تھا کہ اگر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے غیر معیاری اشعار کہہ ڈالے تو سارے خاندان کی عزت خاک میں مل جائے گی لیکن حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے شوق کو جاری رکھا۔ بیٹے کی ضد کے آگے

---

(۱) سیرۃ النبی ابن ہشام، ج۔ا، ص ۱۵۶: طبع بیروت۔

(۲) سیرۃ النبی ابن ہشام، ج۔ا، ص ۱۵۶: طبع بیروت

زہیر مجبور ہو گئے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی شاعرانہ تربیت کرنے لگے، اس سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بڑا فائدہ ہوا کہ ان کے قصائد پر باپ کی شاعری کے اثرات نظر آنے لگے۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو زمانۂ جاہلیت سے زیادہ شہرت دورِ اسلامی میں حاصل ہوئی، انھوں نے آپ ﷺ کی شان میں ایسے قصائد کہے جنھیں نہ صرف اس زمانے میں شوق سے پڑھا گیا بلکہ آج بھی اہلِ عرب حضرت کعبؓ بن زہیر کے قصیدوں کو پڑھتے اور سنتے ہیں، پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز ایسے وقت حاصل ہوا جب کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنی زندگی سے مایوس، احساسِ کمتری سے دوچار اور زمانے کی نگاہوں میں بدبخت بنے ہوئے تھے، آنحضرتؐ نے ان کا خون مباح کر دیا تھا، یعنی ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا گیا تھا۔

ابتداء میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی بُجَیر کو داعیِ اسلام ﷺ کے بارے میں جانکاری لینے کے لیے بھیجا کہ وہ کیسے ہیں؟ اور کیا کہتے ہیں؟ بجیر حصولِ معلومات کے لیے چلے تو گئے مگر واپس نہ آئے، جب انھیں پتہ چلا کہ بھائی اسلام میں داخل ہو گیا ہے تو آگ بگولہ ہو گئے اور آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی ہجو کرنے لگے، آنحضرت ﷺ نے جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا ہجویہ قصیدہ سنا تو آپ ﷺ نے کعب کا خون بدر کر دیا اور اعلان کر دیا کہ جو کعب کو پائے، قتل کر دے، یہ زمانہ ۷ ہجری کا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے مذکورہ اعلان کے بعد پناہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے مگر کہیں امان حاصل نہ ہوئی، بالآخر انھیں یقین ہو گیا کہ اب جان بچانے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے کہ معذرت کر لی جائے، اس لیے ۹ھ میں ایک رات چپکے سے مدینہ پہنچ گئے اور آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر معافی چاہی اور اپنا وہ مشہور قصیدہ پیش کیا جس میں بڑے پُرسوز انداز میں معذرت خواہی تھی اور آپ ﷺ کی شان میں بہترین اشعار تھے، آپ ﷺ کعب کی معذرت سے بہت خوش ہوئے، ان کے قصیدے کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا۔

اس قصیدے کا ۵۳واں شعر جو نعت کی بہترین مثال ہے:

اِنَّ الرَّسُولَ لَسَیفٌ یُستَضَاءُ بِہٖ مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوفِ اللہِ مَسلُولُ

بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک شمشیر ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، وہ شمشیر جو ہندی لوہے کی بنی ہوئی ہے، اللہ کی تلوار جو نیام سے نکلی ہوئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں اس قصیدے کے مدحیہ اشعار اتنے خوبصورت، شاندار اور عمدہ انداز میں ہیں کہ روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ وہ اشعار پڑھ رہے تھے تو آپ جھوم اٹھے، بعض اشعار پر سامعین کی توجہ بھی مبذول کرائی اور اپنی چادر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو اوڑھا دی، یہ ایک ایسا اعزاز تھا جس سے پورے عرب میں کعب کو عزت حاصل ہوگئی اور بعد کے ادوار میں بھی انھیں احترام وعقیدت کے ساتھ یاد کیا جانے لگا۔ اس چادر کو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے سنبھال کر رکھا، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کے خاندان والوں نے بھی اس کی حفاظت کی، بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ چادر چالیس ہزار درہم میں خرید لی جسے وہ جمعہ اور عیدین کے موقع پر تبرکاً پہنتے تھے، بعد میں یہ چادر خلفائے عباسی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بھی تہواروں کے موقع پر اسے تبرکاً پہنتے تھے، اس قصیدے کو "قصیدۂ بردہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔"(۱)

اس قصیدے کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ دوسرے شعرا نے بھی قصیدۂ بردہ کے نام سے متعدد قصیدے لکھے، جیسا کہ مصر کے امام البصیری نے 'قصیدۂ بردہ' لکھا جو خاصا مقبول ہوا، لیکن قصائد بردہ میں اولیت وافضلیت کعب کے قصیدۂ بردہ کو ہی حاصل ہے، کیونکہ یہ براہ راست پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا اور اس پر آپؐ نے اپنی چادر کعب کو پیش کر دی تھی۔(۲)

---

(۱) نقوش، رسول نمبر، ۲۳۶، جلد نمبر ۱، شمارہ ۱۳۰، اشاعت، ۱۹۸۴ء

(۲) اردو ریسرچ جنرل، یوسف رامپوری

والدہ ماجدہ سیدتنا آمنہ کے اَشعار

ابونعیم دلائل النبوۃ میں بطریق محمد بن شہاب زہری نقل کیا کہ، حضرت آمنہ کے انتقال کے وقت محمد ﷺ سرہانے تشریف فرما تھے، والدہ نے اپنے ابن کریم ﷺ کو درد بھری نگاہ سے دیکھتے ہوئے جو اشعار کہے ان میں سے یہ ہے کہ:

فَانْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْاَنَام مِنْ عِنْدَ ذِی الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَام
تُبْعَثُ فِی الْحِلِّ وَ فِی الْحَرَامْ تُبْعَثُ فِی التَّحْقِیقِ وَ الْاِسْلَامْ
دِیْنُ اَبِیْكَ الْبَرّ اِبْرَاهَامْ فَاللهُ اَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنْ
اَنْ لَّا تَوَالِیَهَا مَعَ الْاَقْوَامْ فالله أنهاك عن الأصنام (۴۵)

ترجمہ: تو تم ذی الجلال والاکرام کی طرف سے تمام لوگوں کے لئے بھیجے گئے ہو۔
ارض حل وحرم کے طرف، حق اور اسلام کے ساتھ۔
تمہارے نیک باپ ابراہیم کے دین کے ساتھ، جو اسلام ہے اور آسانی والا دین ہے۔
تمہیں وصیت کرتی ہوں کہ خدا کے لئے قوم کے ساتھ بتوں سے محبت نہ کرنا۔

حضور ﷺ کی رضاعی بہن سیدتنا شیماء کے اشعار

رِضاعی بہن حضرت شَیماء سرورِ کائنات ﷺ سے اپنی لوریوں میں اس طرح محبت کا اظہار فرماتی ہیں:

مُحَمَّدٌ خَیْرُ الْبَشَرْ مِمَّنْ مَّضٰی وَمَنْ غَبَرْ
مَنْ حَجَّ مِنْهُمْ اَوِ اعْتَمَرْ اَحْسَنُ مِنْ وَّجْهِ الْقَمَرْ
مِنْ كُلِّ اُنْثٰی وَذَكَرْ مِنْ كُلِّ مَشْبُوبٍ اَغَرْ

---

(۱) الخصائص الكبري نويسنده :السيوطي، جلال الدين جلد 1 :صفحه 135, :

جو اِنسان گزَر چکے اور جو آئیں گے ان سب سے بہتر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، میرے آقا حج وعمرہ کی سعادت پانے والوں میں بھی سب سے اعلیٰ بلکہ حُسن وجَمال میں چاند سے بھی بڑھ کر ہیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہر خوبصورت اور بہادر مَرد وعورت سے بڑھ کر غیرت والے ہیں، اے میرے رب! مجھے حوادثِ زمانہ سے بچا کر میرے لیے میرے آقا کی راہ کو واضح فرما دے۔(۱)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

زمانہ جاہلیت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کا شمار بہترین شعراء میں ہوتا تھا، آپ رضی اللہ عنہ آخر عمر میں اسلام لائے تھے، ضعف کی وجہ سے غزوات میں شرکت کرنے کے بجائے زبان سے جہاد کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کا وفاع کیا کرتے تھے، اور اسلام دشمن شعراء کی ہجو کا مسکت جواب دیتے تھے، اسی لیے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو شاعر رسول کا لقب دیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھوایا کرتے تھے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کریں اور کفار کے الزامات کا جواب دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حسان کی مدد کرتے ہیں جب تک وہ دین اسلام کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسّانَ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ: اهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ، فَإِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ..(۲)

ثناء خوان بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حقیقت بیانی کرتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) المواهب اللدنية، المقصد الاول، ذكر رضاعه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱/۸۸

(۲) صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۴۱

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

”آپ سے زیادہ حسین بندہ میری آنکھوں نے کبھی آج تک نہیں دیکھا ہے اور آپ سے زیادہ خوبصورت آج تک کسی ماں نے جنا ہی نہیں ہے“۔

”آپ تمام عیوب ونقائص سے پاک پیدا ہوئے ہیں گویا آپ کی جیسی خواہش تھی اسی طرح آپ مولود ہوئے“۔

سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اشعار

آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی مدح کرتے ہوئے یوں فرماتی ہیں کہ

فَلَوْ سَمِعُوْا فِیْ مِصْرَ اَوْصَافَ خَدِّہٖ لَمَا بَذَلُوْا فِیْ سَوْمِ یُوْسُفَ مِنْ نَّقْدٍ
لَوَّامِیْ زُلَیْخَا لَوْ رَائَیْنَ جَبِیْنَہٗ لَاٰثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبِ عَلَی الْیَدِ
لنا شمسٌ وللآفاق شمسٌ وشمسی خیرٌ من شمسِ السماء
فانّ الشمس تطلعُ بعد فجرٍ وشمسی طالعٌ بعد العشاءِ

اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مبارک کے اوصاف اہلِ مصر سن پاتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت لگانے میں سیم وزر نہ بہاتے اور زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں اگر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبین انور دیکھ لیتیں تو اپنے ہاتھ کاٹنے کی بجائے اپنے دل کاٹ دیتیں، ایک ہمارا سورج ہے اور ایک آسمانوں کا سورج ہے، اور میرا سورج آسمان کے سورج سے کہیں بہتر وافضل ہے، کہ آسمان کا سورج فجر کے بعد نکلتا ہے، اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔(۱)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے فرمایا :

(۱) شرح العلامۃ الزرقانی، الفصل الثالث فی ذکر ازواجہ الطاہرات، عائشۃ ام المومنین، ۴/ ۳۹۰۔

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

"اے خوبصورتی کے پیکر اور تمام مخلوق کے سردار! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے ہی چاند نے اپنی چاندنی حاصل کی ہے"۔

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری مدحت وثناء کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی مسئلے کو مختصر کرتے ہوئے کہا جائے آپ تو اللہ بزرگ و برتر کے بعد عظیم ہستی ہیں"۔

نعتیہ کلام میں کسی بھی شرکیہ جملہ یا دیگر انبیاء کرام کی شان میں کسی بھی گستاخی درست نہیں ،مختلف عاشقین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے شمار نعتیں تحریر فرمائی ہیں، علماء دیوبند کے نعتیہ کلام پر مزید تفصیلات کے لیے مدرسہ شاہی مراد آباد سے اپریل 2005ء میں شائع ہونے والے ماہنامہ "ندائے شاہی" کا خصوصی نمبر "نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" پڑھنا مفید ہوگا۔

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرے کی افادیت

مسلمان سیرت کا تذکرہ مقصد بنا کر کریں تاکہ عملی زندگی میں سیرتِ رسول سے استفادہ ممکن ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا تذکرہ باعثِ خیر وثواب تو ہے ہی، مگر اس پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ ہر قدم پر رہنمائی کرنے والی عملی سیرت پر نظر رہے۔

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذریعۂ ہدایت ہے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اضافہ جس سے اطاعت کی رغبت بڑھتی ہے، اور سنتوں کی پیروی آسان ہوتی ہے، آدمی کو جس سے سچی محبت ہوتی ہے ہر چیز میں اس کی نقالی کرتا ہے، عموماً چار باتوں کی وجہ سے دوسروں سے محبت کی جاتی ہے (۱) حسن وجمال (۲) فضل وکمال (۳) عطاء ونوال (۴) نسب کی شرافت، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ سارے اسبابِ محبت جمع فرمادیئے، آپ کا حسن بے مثال تھا صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چودھویں رات

کے چاند سے تشبیہ دی۔

حسن و جمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسُول اللہ ﷺ سے زِیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا، گویا ایسا معلوم ہوتا کہ سورج آپ کے چہرے میں چل رہا ہو۔

"مَارَاَیْتُ شَیْئاً اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہ ﷺ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ عَلٰی وَجْھِہٖ"۔(۱)

بلکہ نبی کریم ﷺ جس چیز پر اپنا دست مبارک رکھ دیتے تھے وہ بھی تر وتازہ ہوجاتا تھا جیسا کہ حضرت ابوسِنان عبدی صباحی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر رسُول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک پھیرا، ان کی عمر ۹۰ سال ہوگئی مگر ان کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا۔(۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ایک رات چاندنی رات تھی حضور ﷺ سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تشریف فرما تھے۔ اُس رات کبھی میں رسول اللہ ﷺ کے حسنِ طلعت پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر، میرے نزدیک حضور ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے۔"

رأیتُ رسول اللہ ﷺ في لیلة إضحیان، فجعلت أنظر إلي رسول اللہ ﷺ و إلي القمر، و علیه حلة حمراء، فإذا هو عندي أحسن من القمر"(۳)

اِمام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں امام قرطبی کا یہ ایمان افروز قول نقل کیا ہے:

"حضور کا حسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اگر آقائے کائنات ﷺ کا

---

(۱) مشکاۃ، کتاب الفضائل، باب فضائل سید المرسلین، ۲/ ۳۶۲، حدیث ۵۷۹۵:

(۲) (الاصابه فی تمییز الصحابه، ابو سنان العبدی ثم الصباحی، ۷/۱۶۴ حدیث: ۱۰۰۶۲

(۳) ترمذی، ابواب الأدب، حدیث: ۲۸۱۱

تمام حسن و جمال ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں حضور ﷺ کے جلووں کا نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں۔

"لم يظهر لنا تمام حسنه ﷺ، لأنّه لو ظهر لنا تمام حسنه لما أطاقت أعيننا رؤيته ﷺ" (۱)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے کمالِ حسن کو بڑے ہی دِلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ أَحۡسَنُ مِنۡکَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَيۡنِي وَ أَجۡمَلُ مِنۡکَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقۡتَ مُبَرَّأً مِّنۡ کُلِّ عَيۡبٍ کَأَنَّکَ قَدۡ خُلِقۡتَ کَمَا تَشَاءُ (۲)

(آپ ﷺ سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ کبھی کسی ماں نے آپ ﷺ سے جمیل تر کو جنم ہی دیا ہے۔آپ ﷺ کی تخلیق بے عیب (ہر نقص سے پاک) ہے، (یوں دِکھائی دیتا ہے) جیسے آپ ﷺ کے ربّ نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ ﷺ کی صورت بنائی ہے۔)

فضل وکمال

اللہ نے نبی کریم ﷺ کی فضیلت بتانے کے لئے قرآن میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میری اطاعت ان کی نافرمانی میری نافرمانی کیا ہے،

"یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ"۔(۳)

اور آپ کی کا ایک ایک لمحہ اتنا با کمال تھا کہ پوری انسانیت ان کا نمونہ اور آئیڈیل بنایا

---

(۲) حسان بن ثابت، دیوان: ۲۱

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۵۹

''لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''۔(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دعوت میں ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ کی خدمت میں بکری کی دستی کا گوشت پیش کیا گیا یہ آپ ﷺ کو بہت مرغوب تھا۔ آپ ﷺ اس میں سے کاٹ کاٹ کر تناول فرمانے لگے اور فرمایا: میں قیامت کے روز تمام انسانوں کا سردار ہوں۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي دَعْوَةٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ: أَنَا سَيِّدُ الْقَوْمِ۔(۲)

نبی کریم ﷺ فضیلت و کمال ظاہر کے نے کئے لئے قرآن کی ایک ایک آیت اور حدیث نبوی ﷺ کی ایک ایک گواہی دیتی ہے، اس کو مکمل بیان نہیں کیا جا سکتا اسی لئے شاعر نے کہا:

؎ بعد از خدا بزرگ قصہ مختصر

عطاء ونوال

نبی ﷺ کی شانِ عطاء وسخاوت کے واقعات آپ کی زندگی میں بارہا پیش آئے اور آپ عطاء کرنے میں کبھی نہ نہیں کیا؛ بلکہ آپ ﷺ کی لوگوں کو اسلام لانے میں آپ کی سخاوت کا بھی بڑا کردار رہا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی ایک اُس دن کی عطا سخی بادشاہوں کی عمر بھر کی سخاوت و بخشش سے زائد تھی، جنگل بکریوں وغیرہ سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور عطا فرما رہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب اَموال تقسیم ہو لئے ایک اَعرابی نے چادر مبارک بدنِ اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشتِ

---

(۱) الممتحنۃ،۶

(۲) صحیح بخاری، حدیث :۳۱۶۲

مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اِتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، وَ اللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔

کبھی تو ایسا بھی ہوا کہ اپنے بدنِ مبارک پر پہنا ہوا کپڑا بھی عطا فرما دیا جیسا کہ حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر آئی، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے، میں آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرورت تھی، اس لئے آپ نے وہ چادر لے لی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکلے اور اسی چادر کو بطورِ تہبند باندھے ہوئے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر عرض کی: کیا اچھی چادر ہے یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اُٹھ گئے، پھر واپس تشریف لائے اور وہ چادر لپیٹ کر اس صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا، حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے، وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں نے صرف اس لئے سوال کیا کہ جس دن میں مر جاؤں یہ چادر (بطورِ تبرُّک) میرا کفن بنے۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی۔ (۱)

حضرت صَفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے (اسلام لانے سے پہلے غزوۂ حُنین کے موقع پر) بکریوں کا سُوال کیا، جن سے دو پہاڑوں کا درمیانی جنگل بھرا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سب ان کو دے دِیں۔ اُنہوں نے اپنی قوم میں جا کر کہا: اے میری قوم! تم اسلام لے آؤ! اللہ پاک کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسی سخاوت فرماتے ہیں کہ مُحتاجی کا خوف نہیں رہتا۔ (۲)

مزید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین کے دن مجھے مال عطا فرمانے لگے، حالانکہ آپ میری نظر میں مبغوض ترین تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عطا فرماتے رہے، حتی تک کہ میری نظر میں محبوب ترین ہو گئے، اس طرح کے واقعات سیرت کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں۔

---

(۱) سیرتِ ابن ہشام: ۳۸۴ ملخصاً

(۲) صحیح مسلم، حدیث ۶۰۲۱

نسب کی شرافت

نبی کریم ﷺ جس زمانہ میں اس دنیا میں تشریف لائے تھے اس وقت نسب کی شرافت اعلی ہونا عرب میں بڑا اہمیت کے حامل تھا بلکہ آج بھی عربوں میں نسب وقبیلہ کا اعتبار بہت زیادہ کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کو ایسے خاندان میں پیدا فرمایا جو کہ عرب و دیگر قبائل میں عمدہ و پاکیزہ و اعلی مانا جاتا تھا کہ سید الکونین ﷺ کی خاندانی شرافت خوب سے خوب تر تھی، جیسا خود کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ تمام صحابہؓ کے مجمع میں صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا کہ میرا انتخاب اللہ نے انسانوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام میں فرمایا اور پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا، اور پھر بنو کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا۔

"إن الله اصطفى من ولد إبراهيم، إسماعيل، واصطفى من ولد إسماعيل بني كنانة، واصطفى من بني كنانة قريشا، واصطفى من قريش بني هاشم، واصطفاني من بني هاشم هذا۔ (۱)

نبی کریم ﷺ کی زندگی اخلاق وطوار ایسے تھے کہ کسی فرد بشر میں بشمول انبیاء کے ان کا تصور ممکن نہیں، مختلف انبیاء کرام میں جو خصوصیات وکمالات انفرادی طور پر تھیں، وہ تمام کمالات آپ میں ودیعت کئے تھے، ان کمالات سے آگاہی۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ مثالی ہے، ایک جنگ میں یہ گرفتار ہوئے، مسجد نبوی میں لا کر ستون سے باندھ دیئے گئے بنیادی ضرورتوں وقت پر کھانا پینا اور آرام وغیرہ کا

---

(۱) ترمذی، باب فی فضل النبی ﷺ، حدیث: ۳۶۹۵، امام ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

پورا خیال رکھا گیا، آپ ﷺ آتے جاتے ان کی خیریت دریافت کرتے، ثمامہ بڑی تلخی سے جواب دیتے، ''اگر مجھے قتل کرو گے تو میرا بدلہ لیا جائے گا اور اگر احسان کرو گے تو میں احسان فراموش نہیں ہوں''۔

إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ المَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ (۱)

تین دن بعد بھی یہی گفتگو ہوئی، آپ ﷺ نے انہیں رہا کرنے کا حکم دیا، ثمامہ پر آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کا اثر ہو چکا تھا، قریبی باغ میں گئے، غسل کیا، کپڑے پاک کیے، واپس آکر مسلمان ہو گئے، ثمامہ نے براہ راست آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ کو دیکھا، جو اسلام قبول کرنے کا ذریعہ بنا، ہم اس وقت براہ راست آپ ﷺ کو دیکھ نہیں سکتے، لیکن کتب سیرت وسیرت کے تذکرے کے ذریعے جان تو سکتے ہیں، عمل کر کے برادران وطن کو گرویدہ کر سکتے ہیں۔

عظمتِ حبیب ﷺ کا ذریعہ یمن کے بادشاہ تبع حمیری کا قصہ

اسعد الیمانی جسکا تعلق عرب سے تھا، ملک یمن میں سبا قوم کا حاکم، قوم کے حاکم کا نام تبع رکھا جاتا تھا جیسے مصر کے بادشاہ کا نام فرعون، حبشہ کے بادشاہ کا نجاشی، فارش کے بادشاہ کا قیصر لقب رکھا جاتا ہے، تبع الحمیری کا لشکر جب صف بندی کرتا تھا تو صنعا سے دمشق تک گھوڑے کھڑے ہوتے۔

''کان تبع إذا عرض الخیل قاموا صفا من دمشق إلی صنعاء الیمن''

---

(۱) صحیح بخاری، حدیث :۴۳۷۲

یہ شخص یمن سے شہروں کو فتح کرتے ہوئے مدینہ پہنچا (۱)

علمائے تورات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی خوشخبری سنائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیاں بتائیں اور مدینہ پر حملہ کرنے سے روکا، تبع الحمیری نے اوس اور خزرج (دو آدمی یا دو قبیلوں) کو یہاں آباد کیا اور ان کو ایک خط دیا جس میں کچھ اشعار لکھے ہوئے تھے، اور کہا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو اور پھر اس بڑے عالم ربانی کو ایک خط لکھ دیا اور کہا کہ میرا یہ خط اس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا اور اگر زندگی بھر تمھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا موقع نہ ملے تو اپنی اولاد کو وصیت کر دینا کہ نسلاً بعد نسلاً میرا یہ خط محفوظ رکھیں حتیٰ کہ سرکار ابد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے یہ کہہ کر بادشاہ وہاں سے چل دیا، خط کا مضمون تھا:۔ "کمترین مخلوق تبع اول حمیری کی طرف سے شفیع المزنبین سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امابعد: اے اللہ کے حبیب! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور جو کتاب اپ پر نازل ہوگی اس پر بھی ایمان لاتا

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ہزار سال پہلے یمن کا بادشاہ تُبّع حمیری تھا، ایک مرتبہ وہ اپنی سلطنت کے دورہ کو نکلا، بارہ ہزار عالم اور حکیم اور ایک لاکھ بتیس ہزار سوار، ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لئے ہوئے اس شان سے نکلا کہ جہاں بھی پہنچتا اس کی شاہی شان و شوکت دیکھ کر مخلوق خدا چاروں طرف نظارہ کو جمع ہو جاتی تھی، یہ بادشاہ جب دورہ کرتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا تو اہل مکہ میں سے کوئی اسے دیکھنے نہ آیا۔ بادشاہ حیران ہوا اور اپنے وزیر اعظم سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس شہر میں ایک گھر ہے جسے بیت اللہ کہتے ہیں، اس کی اور اس کے خادموں کی جو یہاں کے باشندے ہیں تمام لوگ بے حد تعظیم کرتے ہیں اور جتنا آپ کا لشکر ہے اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کی خدمت کر کے چلے جاتے ہیں، پھر آپ کا لشکر ان کے خیال میں کیوں آئے۔ یہ سن کر بادشاہ کو غصہ آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں اس گھر کو کھدوا دوں گا اور یہاں کے باشندوں کو قتل کروا دوں گا، یہ کہنا تھا کہ بادشاہ کے ناک، منہ اور آنکھوں سے خون بہنا شروع ہو گیا اور ایسا بدبودار مادہ بہنے لگا کہ اس کے پاس بیٹھنے کی طاقت نہ رہی، اس مرض کا علاج کیا گیا مگر افاقہ نہ ہوا، شام کے وقت بادشاہی علماء میں سے ایک عالم ربانی تشریف لائے اور نبض دیکھ کر فرمایا، مرض آسمانی ہے اور علاج زمین کا ہو رہا ہے، اے بادشاہ! آپ نے اگر کوئی بری نیت کی ہے تو فوراً اس سے توبہ کریں، بادشاہ نے دل ہی دل میں بیت اللہ شریف اور خدام کعبہ کے متعلق اپنے ارادے سے توبہ کی، توبہ کرتے ہی اس کا وہ خون اور مادہ بہنا بند ہو گیا، اور پھر صحت کی خوشی میں اس نے بیت اللہ شریف کو ریشمی غلاف چڑھایا اور شہر کے ہر باشندے کو سات سات اشرفی اور سات سات ریشمی جوڑے نذر کیئے۔

ہوں اور میں آپ کے دین پر ہوں، پس اگر مجھے آپ کی زیارت کا موقع مل گیا تو بہت اچھا وغنیمت اور اگر میں آپ کی زیارت نہ کرسکا تو میری شفاعت فرمانا اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کرنا، میں آپ کی پہلی امت میں سے ہوں اور آپ کے ساتھ آپ کی آمد سے پہلے ہی بیعت کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔

"فانی آمنتُ بک وبکتابک الذی أنزل علیْک، وانا علی دینک وسنتکَ وآمنتُ بربک ورب کل شیٔ وآمنتُ بکل ما جاء من ربک من شرائع الاسلام فِان ادرکتُکَ فبھا ونعمت وان لم ادرککَ فاشفع لی ولا تنسنی یوم القیامۃ فانی من ربک من امتک الاولین وتابعتک قبل مجیئک وأنا علی ملتکَ وملت ابیک ابراھیم (علیہ السلام) ثم ختم الکتاب ونقش علیہ، للہ الامر من قبل ومن بعد وکتب عنوانہ الی محمد بن عبد اللہ نبی اللہ ورسولہ خاتم النبیین ورسول رب العالمین (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) من تُبّع اول"(۱)

تبع الحمیری یمن واپس جاتے ہوئے مکہ سے گذرا اور وہاں عبادت کی اور لوگوں کا خوب اکرام کیا اور وہیں پر خواب دیکھا کہ خانہ کعبہ کو غلاف پہنا رہا ہے تو اس نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا، اس کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے سے ۷۰۰ سال پہلے ہوا، تبع الحمیری مسلمان تھا اور حالت ایمان پر اس دنیا سے رخصت ہوا، شاہ یمن کا یہ خط نسلاً بعد نسل ایک طویل عرصہ کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو سب یہی اصرار کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے گھر تشریف لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہوگی، چنانچہ جو دو منزلہ مکان شاہ یمن تبع حمیری نے حضور کی خاطر بنوایا تھا وہ اس وقت

(۱) تفسیر جلالین، جلال الدین سیوطی۔ سورہ الدخان آیت 30

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تھا، اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی جا کر ٹھہر گئی ،حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وہ خط آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کیا، ایک موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تبع کو برامت کہو وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ ''لاتسبوا تبعا فإنه كان قد أسلم''اور تاریخ میں یہ پہلا شخص ہے جس نے خانۂ کعبہ کو غلاف چڑھایا۔ ''هو أول من كسا الكعبة'' (۱)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالی نے تبع کی قوم کو برا کہا مگر تبع کو برا نہیں کہا۔ ''كان تُبَّعُ رجلًا صالحًا، ألا ترى أنَّ اللهَ عزَّ وجلَّ ذمَّ قومَه ولم يَذُمَّه''(۲)

'' وكان من قصة تبع، أنه أقبل يفتتح المدائن حتى نزل المدينة، فجمع أحبارهم وعلماءهم، فأخبروه أنه سيخرج نبي من بني إسماعيل، مولده بمكة، وهذه -أي المدينة المنورة- دار هجرته اسمه أحمد، وأخبروه أنه لا يدركه، قال :وما صفته؟ قيل له :رجل ليس بالقصير ولا بالطويل، في عينيه حمرة يركب البعير ويلبس الشملة، سيفه على عاتقه، ولا يبالي من لاقى حتى يظهر أمره. فقال تبع :ما إلى هذا البلد من سبيل وما كان ليكون خرابها على يدي''(۳)

تبع نے نبی کی شان میں یہ اشعار کہے :

شهدت على أحمد أنه رسول من الله بارئ النسمْ
فلو مد عمري إلى عمره لكنت وزيرا له وابن عمْ
وجاهدت بالسيف أعداءه وفرجت عن صدره كل غمْ(۱۲۹)

فائدہ: یہ واقعہ فی نفسہ ایک تاریخی اور اسرائیلی واقعہ ہے لہذا اس کے صحیح یا غلط ہونے پر زیادہ کلام نہیں کیا جاسکتا، فی نفسہ یہ واقعہ کتب تاریخ میں ملتا ہے۔(۱)

بنی اسرائیل کے ایک گُنہ گار کی بخشش

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص گُنہگار تھا، جب مرگیا تو بنی اسرئیل نے اس تجہیز وتکفین کو اہمیت نہ دی یُونہی بے گور وکفن چھوڑ دیا، اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارا ایک دوست فوت ہوگیا ہے، اُسکی تجہیز وتکفین اور جنازہ پڑھادو، حضرت موسیٰؑ اس جگہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک گُنہگار شخص تھا، آپ کو حیرت ہوئی، اس شخص کی تجہیز وتکفین کی اور نمازِ جنازہ پڑھا کر دفنا دیا، بعد میں اللہ رب العزت نے فرمایا: اے موسیٰ! تھا تو یہ واقعی بہت گُنہگار؛ مگر اسکی یہ عادت تھی کہ جب بھی توریت کھولتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے نام کو دیکھتا تو فرطِ محبت سے اس نام کو چومتا، اسے آنکھوں سے لگاتا اور آپ کی ذاتِ طیبہ پر درود پڑھتا، میں نے (اس عمل کی وجہ سے) اسے قدر ومنزلت عطا کی اس کے گُناہوں کو مُعاف کردیا اور ستّر حوریں اس کے نِکاح میں دیں۔

”وَنَظَرَ اِلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قَبَّلَهٗ وَوَضَعَهٗ عَلٰی عَیْنَیْهِ وَصَلّٰی عَلَیْهِ ، فَشَکَرْتُ ذٰلِکَ لَهٗ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِیْنَ حَوْرَاءَ“(۲)

سیرت کے تذکرے سے اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا

بنیادی مقصد اتباع ہے، ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“۔(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، امام محمد بن عیسیٰ الترمذی کہتے ہیں، اُسوہ سے رسول

---

(۱) کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

(۲) حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، ۴/ ۴۵، حدیث ۴۶۹۵:

(۳) سورۃ الاحزاب: ۲۱

اللہ ﷺ کی اقتدا، آپ ﷺ کی سنت کی اتباع اور قول و فعل میں آپ ﷺ کی مخالفت سے اجتناب مراد ہے، دنیا میں جتنے رسول اللہ تعالیٰ نے بھیجے ،سب کا یہی مقصد تھا کہ ان کی اطاعت کی جائے، "وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ"(۱) "ہم نے جو رسول بھیجا ہے ،اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے، رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ممکن نہیں، "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے در اصل اللہ کی اطاعت کی"۔ "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ"(۲)

آپ کی مبارک سیرت کامل و مکمل جو زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، اس کا ایک ایک جز محفوظ بھی ہے، جسے عملی زندگی میں لانا آسان ہے، بار بار اطاعتِ رسول کی تاکید اسی لیے کی گئی، سیدنا محمد ﷺ کی تعلیمات افراط و تفریط سے پاک ہونے کے علاوہ جامع و مانع بھی ہے، انبیاء کرام کے حالات محض آگاہی کے لیے نہیں، بلکہ یہ باتیں زندگی میں اختیار کرنے کے لیے ہیں، سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے انیس (۱۹) انبیاء کرام کے ذکر کے بعد نبی رحمت ﷺ کو ان کی پیروی اور اقتداء کا حکم دیا۔ "أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ۔(۳)

سیرت انسانی حدود و اختیار سے باہر نہیں ہے، مفید نصیحتوں، میٹھی میٹھی باتوں کی دنیا میں کمی نہیں، کمی عمل کی ہے، آپ ﷺ نے جو بات فرمائی خود عملی مثال پیش کی، آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا، ان کے بعد کروڑوں انسانوں نے اس پر عمل کر کے اس کے عملی ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

بقول علامہ سید سلیمان ندویؒ: "سیرت محمدیؐ دنیا کا آئینہ خانہ ہے، جس میں دیکھ کر ہر شخص اپنے جسم و روح، ظاہر و باطن، قول و عمل، زبان و دل اور طور و طریق کی اصلاح

---

(۱) النساء: ۶۴

(۲) النساء: ۸۰

(۳) سورۃ الانعام: ۹۰

ودرستی کرسکتا ہے، اسی لیے کوئی مسلمان قوم اپنی شائستگی اور ادب اخلاق کے لئے اپنے مذہب سے باہر اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے الگ کوئی چیز نہیں مانگتی اور نہ اس کو اس کی ضرورت ہے، سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیائے اسلام کا عالمگیر آئینہ ہے، اسی کے مقابلہ سے حسن وقبح اور نیکی وبدی کا راز اس پر کھلتا ہے، اور چوں کہ کوئی انسانی کامل زندگی اس استیعاب اور استقصاء کے ساتھ دنیا کے سامنے موجود نہیں ہے اس لیے تمام تر انسانوں کے لیے یہی ایک کامل نمونہ ہے''۔ (۱)

۞ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا حال یہ تھا کہ شریعت سے ہٹ کر دیگر وقتی عادات میں بھی اتباع کا اہتمام کرتے تھے، ایک مرتبہ راستہ میں اچانک اپنی اونٹنی گھمانے لگے کسی نے اس بارے میں ان سے استفسار کیا تو فرمایا مجھے خود پتہ نہیں لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتا دیکھا تھا اس لئے کیا۔ (۲)

۞ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ارشاد فرمایا بیٹھ جاؤ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو اس وقت مسجد میں داخل ہو رہے تھے آپ کی آواز ان کے کان میں پڑی تو دروازہ ہی پر جوتوں کے پاس بیٹھ گئے، پھر سرورِ عالمؐ نے انہیں اندر بلوالیا۔ (۳)

۞ حضرت عبداللہ بن قیس بن مخرمہ نے جن کے ساتھ ان کا خچر تھا یہ کہا کہ چچا جان سوار ہو جائیے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بھتیجے! اگر میں سوار ہونا چاہتا تو مجھے سواریاں مل جاتیں لیکن میں بھی اس مسجد کو اسی طرح پیادہ جاؤں جس طرح میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیادہ جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

---

(۱) موجودہ دور میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ۵۵:
(۲) الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ۴۳/ ۲ دار الفیحاء عمان
(۳) فجلس عند باب المسجد فرآ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعال یا عبداللہ بن مسعود، کنز العمال حدیث ۲۷۲۰۹

"انا احب ان أمشی إلیه کما رأیته یمشی"(۱)

حضرت حکیم صاحب نے حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ سے بھی اس قسم کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا موزہ اتارا جو پہلے داہنی طرف سے اتار دیا، فرمایا پھر پہناؤ اور پہلے بائیں طرف سے اتارو، آج امت کا عجیب حال ہے کہ وہ سنت کو سنت خیال کر کے نظر انداز کرنے لگی ہے، جب کہ بگاڑ کے زمانہ میں ایک سنت پر چلنے والے کو سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ عزوجل بندے کو محض ایک سنت کے اتباع کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیتا ہے۔(۲)

قاری صدیق صاحب ؒ ارشاد فرمانے لگے "اب اٹھتے بیٹھتے تکلیف ہوتی ہے، سوتے وقت وضو کا اہتمام دشوار ہوتا ہے لیکن بعض بزرگوں کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک رات باوضو سونے لئے انہیں ۱۴ مرتبہ وضو کرنا پڑا اور ہر مرتبہ پوری بشاشت وضو کرتے رہے تا کہ انہیں سنت کے مواقف سونا نصیب ہو جائے، ایسے بزرگوں کے حالات سے عمل کی ہمت ہو جاتی ہے۔"(۳)

حب فی اللہ و بغض فی اللہ کی صفت پیدا ہو گی

جس میں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی صفت پیدا ہو، غیر اسلامی تہذیبوں اور ان کے نظامِ زندگی سے نفرت پیدا ہو، وہ تہذیب وتمدن میں غیروں کی نقالی سے بچے گا، صحابہ ؓ نے اپنے کافر قرابتداروں سے دوری اختیار کی حتی کہ جنگ میں ان کے خلاف صف آراء ہوئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبد الرحمن ؓ جنگ بدر میں دشمنوں کے ساتھ

(۱) مسند احمد، عبداللہ بن عمر حدیث: ۵۹۹۹

(۲) إن الله یدخل العبد الجنة بالسنة تمسک بها (الشفاء: فصل وأما وجوب اتباعه وامتثال سنته ۲/۱۲

(۳) (اللہ والوں کی مقبولیت کا راز: ۱۵۸)

شامل تھے بڑے بہادر تھے(اسلام لانے کے بعد عراق کا مشہور شہر بصرہ آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا) جب عین جنگ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے فرزند کی زد میں آگئے تو محبت پدری نے جوش مارا اور حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے اپنا رخ دوسری سمت کر لیا، غزوہ بدر کے بعد صلح حدیبیہ کے موقع پر ایمان لائے، ہجرت مدینہ کی سعادت بھی حاصل کی، کاتب وحی مقرر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی علالت کے آخری ایام میں تر مسواک استعمال فرمائی، آپ رضی اللہ عنہ کی یہ سعادت مندی ہے کہ یہ مسواک آپ ہی کے پاس تھی، ایک مرتبہ اصحاب رضی اللہ عنہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل گرم تھی۔ جنگ بدر کا ذکر چھڑا تو حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، اپنے جلیل القدر والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بدر کا واقعہ کا ذکر کیا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں للّٰہیت کے مقابلے میں محبت پدری کی کوئی پروا نہ کرتا۔ لٰكِنَّكَ لَوْ اَهْدَفْتَ لِيْ لَمْ اَنْصَرِفْ عَنْكَ. (۱)

حضرت عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ (کنیت) ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے دوسرے دن حلقہ بگوش اسلام ہونے والوں میں سے ہیں، جنگ بدر میں جس امتحان سے گزرنا پڑا ہم سوچ بھی نہیں سکتے ، جنگ اپنے شباب پر تھی ، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مشرکین کی صفوں میں بھگدڑ مچا رہے تھے، کوئی وار خالی نہ جاتا، مشرکین کی بھیڑ میں ایک شخص ایسا بھی تھا کہ اگر وہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آجاتا تو آپ نہ صرف یہ کہ راستے سے ہٹ جاتے بلکہ پوری کوشش کرتے کہ اس شخص سے آمنا سامنا نہ ہو، لیکن وہ شخص وقفے وقفے سے آڑے آتا اور اللہ کے دشمنوں اور آپ رضی اللہ عنہ کے درمیان حائل ہو جاتا، جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اور کوئی راستہ دکھائی نہ دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر تلوار کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ شخص دو ٹکڑوں میں کٹ کر آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے گر گیا، وہ شخص ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ بن جراح تھے، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو قتل نہیں کیا؛ بلکہ اس شرک کو قتل کیا جو والد کی شکل میں تھا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی شان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں۔

---

(۱) نوادر الاصول، امام ترمذی، الرقم 710: 1:496

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عنه أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔(۱)(۲)

موجودہ دور میں شادی بیاہ کے بہت سے رسومات میں شرکت یا اہتمام حب فی اللہ وبغض فی اللہ نہ ہونے کی وجہ سے عام ہو رہے ہے، سماج کیا سمجھے گا، کیا کہے گا، کا اندیشہ ہر رسم

---

(۱) سورہ مجادلہ، ۲۲

(۲) عیسائیوں کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ میں سے جسے پسند فرمائیں ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ مال کے معاملے میں ہمارے درمیان جو اختلاف ہوگیا ہے وہ اس کا فیصلہ کر دے، مسلمان ہمارے درمیان پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم شام کو میرے پاس آنا میں تمھارے ساتھ ایک قوی اور حد درجہ امانت دار شخص کو کر دوں گا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں اس دن جلدی ظہر کی نماز کے لیے چلا گیا، میری یہ دلی خواہش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوی اور امین کی جو صفت بیان فرمائی ہے کاش کہ اس کا موصوف میں نکلوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کے بعد دائیں بائیں دیکھنا شروع کیا، جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابوعبیدہ! ان عیسائیوں کے ساتھ جا کر جن معاملات میں ان میں اختلاف ہوگیا ہے ان کو فیصلہ حق کے ساتھ انجام دو“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے دل میں کہا: ابوعبیدہ مبارک ہو کہ صادق الامین نے تمہیں قوی اور امین کے خطاب سے نوازا، جنگ احد میں جب مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور مشرکین میں سے ایک بدبخت آواز دے رہا تھا: مجھے بتلاؤ محمد کہاں ہیں؟ تو اس سخت ترین موقعے پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ کرام میں سے ایک تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیرے میں لے لیا، مشرکین کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب پھینکے جانے والے ہر تیر کو اپنے سینے پر روکتے، جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رباعی ٹوٹ چکے تھے، پیشانی زخمی ہو چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زرہ کی دو کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھ میں پھنس چکی تھیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے کہ ان دونوں کڑیوں کو نکالیں، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں قسم دی کہ یہ کام میرے لیے چھوڑ دو، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ڈر تھا کہ اگر میں ان کڑیوں کو اپنے ہاتھ سے نکالوں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوگی، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ثنایا (پہلو کے دانت) سے مضبوطی سے پکڑ کر کھینچا جس سے ایک کڑی تو نکل گئی لیکن آپ کے دانت بھی ٹوٹ گئے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے درمیان صرف ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ انھوں نے اپنے چار دانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راحت پہنچانے کے لیے شہید کر دیے۔

کو رواج دے رہا ہے، اللہ اور اس کا رسول کیا کہے گا، انہیں کیا جواب دوں، انہیں کیا منہ دکھاؤں کا خوف ہی ختم ہو گیا۔

سلطان ناصر الدین سبکتگین کا واقعہ

سلطان ناصر الدینؒ نبی کریم ﷺ کا نام بے حد ادب و احترام سے لیتے، ان کے ایک وزیر کا نام محمد تھا، ایک دن اسے نام لے کر نہ پکارا بلکہ کہا: تاج الدین اِدھر آؤ اور یہ کام کر دو! کام کرنے کے بعد محمد تین دن تک بادشاہ کی خدمت میں نہ آیا، تو سلطان نے کسی کو بھیج کر نہ آنے کی وجہ پوچھی تو وزیر نے عرض کیا: عالی جاہ جب آپ نے مجھے خلافِ عادت تاج الدین کہہ کر پکارا تو مجھے لگا میری کسی غلطی اور گستاخی کی وجہ سے آپ مجھ سے ناراض ہیں، اِس شرمندگی اور غم میں تین دن میں گھر میں پڑا رہا، سلطان ناصر الدین شفقت آمیز لہجے میں بولے اے عزیز! ایسی ناراضگی والی کوئی بات نہیں، اس وقت میں باوضو نہیں تھا، اِس لیے بغیر وضو محمد نام لینا مجھے بے ادبی لگا، اِس لیے تاج الدین کہہ دیا۔

سلطان محمود غزنویؒ کا واقعہ

سلطان ناصر الدین سبکتگین کے فرزند سلطان محمود غزنویؒ کے اپنے غلام ایاز کا ایک بیٹا تھا جس کا نام محمد تھا جو بادشاہ کی خدمت کے لیے مامور تھا ایک روز سلطان محمود غزنوی طہارت خانے میں آیا اور آواز دی ایاز بیٹے سے کہو کہ وضو کے لیے پانی لے کر آئے، ایاز شاہانہ مزاج سے خوب واقف تھا، بادشاہ کی بات سن کر پریشان ہو گیا کہ شاید میرے بیٹے سے کوئی گستاخی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے بادشاہ سلامت ناراض اور ناخوش ہو گئے ہیں اِس لیے آج بیٹے کا نام لے کر نہیں پکارا، سلطان محمود وضو سے فارغ ہو کر جب باہر آیا تو اپنے عزیز غلام ایاز کو غمگین پایا، بادشاہ نے وجہ پوچھی، تو ایاز بولا عالم پناہ آج آپ نے غلام زادے کو نام لے کر نہیں بلایا، پتہ نہیں غلام زادے سے کیا غلطی ہو گئی، جس کی وجہ سے عالی جاہ ناراض ہو گئے، سلطان

محمود سن کر مسکرایا اور کہا: ایاز! تم مطمئن رہو نہ تو صاحبزادے سے کوئی غلطی ہوئی ہے اور نہ ہی میں اس سے ناراض ہوں، آج صاحبزادے کو نام لے کر نہ بلانے کی وجہ یہ تھی کہ مجھے شرم آئی اور میں بے ادبی سمجھا کہ بے وضو میری زبان سے رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسمِ گرامی ادا ہو۔(۱)

حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کا ادب

سنہ ۱۹۹۱ء کی بات ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے دار السکینہ جھنگ صدر میں جمعہ پڑھایا اور بچوں کی تربیت کے عنوان پر بیان فرمایا اور بغیر نام لیے ایک بچے کا واقعہ فرمایا کہ ایک شہر میں ایک بچہ تھا جس کے والدین بڑے نیک تھے جنھوں نے بچے کی بہت اچھی تربیت کی۔ پرائمری اسکول میں بچوں کا فنکشن ہوا جس میں ذہین بچوں کے ذمے مختلف چیزیں لگادی گئیں، مذکورہ بچے کے ذمے الطاف حسین حالی کی نعت لگائی گئی، فنکشن میں بچے نے نعت پڑھی:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے مرادیں غریبوں کی برلانے والے

اس نے والا کی جگہ والے پڑھا، آخر میں ڈی سی صاحب نے تقریر کی اور بچے کی سرزنش کے ساتھ ساتھ استاد صاحب کی بھی خبر لی کہ بچے نے والا کی جگہ والے کیوں پڑھا؟ (حالانکہ بچے نے ایسا ادب کی وجہ سے کیا تھا) پھر ایک دن استاد صاحب نے بچوں سے کلاس روم میں جنرل نالج کے سوال پوچھنے شروع کیے تو مذکورہ بچے سے پوچھا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا نام ہے؟ بچہ خاموش، دوسری مرتبہ پھر پوچھا لیکن جواب ندارد۔ پھر پوچھا کہ تمھیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام آتا ہے تو اس نے کہا ہاں لیکن نام نہیں بتایا، جواب نہیں دیا، استاد حیران کہ بچہ مذہبی گھرانے کا ہے نام بھی آتا ہے لیکن بتاتا نہیں، اس پر استاد غصہ کھا گئے اور فنکشن میں بے عزتی والا غصہ بھی نکالنا باقی تھا، خوب سزا دی ، اتنے میں تفریح کی گھنٹی ہوئی تو

---

(۱) کتابوں کی درسگاہ میں، ۳۲

کلاس ختم، استاد نے غصے میں کہا کہ تفریح کے بعد دوبارہ سنوں گا، نہ آیا تو اور ماروں گا، ساری زندگی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بغیر وضو نہیں لیا، بچہ اٹھ کر کلاس کے باہر نلکے پر جاتا ہے، ہاتھ منہ دھو کر واپس کلاس میں آتا ہے، تفریح کی گھنٹی ختم ہوئی تو استاد صاحب دوبارہ پوچھا کہ بتاؤ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام کیا ہے؟ بچہ نے اسی وقت بتادیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پہلے یہ بچہ مار کھاتا رہا؛ لیکن نام نہیں بتایا اور اب جھٹ سے بتادیا، استاد نے بچے کو پاس بلایا اور نہایت شفقت اور مہربانی سے پوچھا تو بچہ رونے لگا اور بتایا کہ پہلے جب آپ نے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پوچھا تھا تو اس وقت میرا وضو نہیں تھا اور میرے ابو نے مجھے یہ نصیحت کی ہوئی ہے کہ بیٹے جب محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینا تو وضو کے ساتھ لینا بغیر وضو نہ لینا، پہلے میرا وضو نہیں تھا اور اب میں وضو کر کے آیا ہوں۔(۱)

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس ایک دفعہ مدینہ منورہ کے حکام میں سے کسی نے ایک پنکھا بطور ہدیہ بھیجا جس کی ایک طرف لکھا تھا ''یہ آپ کے لیے ایسا خاص تحفہ ہے کہ آج سے پہلے ایسا نایاب تحفہ آپ کو نہ تو کسی نے بھیجا اور نہ ہی کسی نے آپ کے والد کو اور نہ ہی کسی بادشاہ کو بھیجا ہوگا'' یہ پڑھ کر سلطان صلاح الدین ایوبی کو بہت زیادہ غصہ آگیا، بادشاہ کا غصہ دیکھ کر قاصد نے عاجزی سے عرض کی اے بادشاہ سلامت آپ غصہ فرمانے سے پہلے برائے مہربانی ایک بار دوسری طرف کو بھی پڑھ لیں اور غصہ نہ کریں، سلطان صلاح الدین ایوبی نے پنکھے کو دوسری طرف الٹ کر پڑھا تو وہاں دو ایمان افروز شعر لکھے ہوئے تھے۔:

(۱) مولانا شیخ محمد شریف ایرانی صاحب نے حضرت جی سے پوچھا، کل بیان میں جس بچے کا واقعہ آیا وہ کون تھا؟ حضرت جی مدظلہ نے ارشاد فرمایا: مولانا! بعض باتیں راز میں رہیں تو بہتر ہوتی ہیں، کتاب: عشق رسول اور علمائے حق، از افادات: مولانا محمد جعفر صاحب، خلیفہ مجاز حضرت مولانا شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی، جھنگ، پاکستان۔

میں نخلستان مدینہ کا پنکھا ہوں اور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کا ہمسایہ ہوں کہ ساری مخلوق اِس کی زیارت کے لیے آتی ہے، میں نے اِسی قبر مبارک کے زیر سایہ پرورش پائی حتی کہ اسی برکت کی وجہ سے میں سلطان صلاح الدین کے لیے راحت پر مقرر ہوا، یہ پڑھنے کی دیر تھی کہ بے ساختہ سلطان بول اٹھا : خدا کی قسم! تو نے سچ کہا۔

عقیدت اور عشقِ رسول ﷺ سے سلطان کی خوشی کی انتہا نہ رہی ، سلطان عشقِ رسول ﷺ اور ادب احترام میں پنکھے کو اپنی آنکھ پر رکھ لیا اور آنکھوں سے عقیدت و احترام سے خوشی کے آنسوؤں بہنے لگے ۔

جب کہ بادشاہِ وقت کو خزانوں کی کمی نہ تھی ایک پنکھا کیا حیثیت رکھتا مگر عشق ومحبت کی بات تھی۔

سیرت کے تذکرے میں صحت وزیارتِ نبی ﷺ کا بصیرت افروز واقعہ

امام بوصیری (۱) ایک مصری شاعر جو مصر کے ایک گاؤں بوصیری میں ابن حناء کی سرپرستی میں شاعرانہ کلام لکھنا سیکھا، سلسلہ شاذلیہ میں ابو العباس احمد المراسی خلیفہ ابوالحسن شاذلی کے سے بیعت تھے، اپنے زمانے کے متبحر عالم دین، شاعر اور شہرۂ آفاق ادیب تھے۔

اللہ رب العزت نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا، امراء اور سلاطین وقت ان کی بہت قدرومنزلت کرتے تھے، ایک روز جارہے تھے کہ سر راہ اللہ کے ایک نیک بندے سے آپ کی ملاقات ہوگئی، انہوں نے آپ سے پوچھا : بوصیری! کیا تمہیں کبھی خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے؟ اس کا آپ نے نفی میں جواب دیا؛ لیکن اس

---

(۱) شرف الدین ابوعبد اللہ محمد بن سعید بن حماد بن محسن بن عبد اللہ الصنہاجی ،ولادت یکم شوال ۶۰۸ھ یا ۶۱۰ھ مطابق ۱۲۱۱ء یا ۷ مارچ ۱۲۱۳ء ، نسلاً بربر تھے، مصر میں پیدا ہوئے "بوصیر" میں سکونت کی وجہ سے بوصیری کے لقب سے مشہور ہوئے، ۱۳ برس کی عمر میں حفظ قرآن کی تکمیل کرلی ، متداول اسلامی علوم کی تحصیل کرکے تھوڑے ہی عرصہ میں مجالسِ علم وفن میں کافی شہرت پائی تھی ،، وفات میں اختلاف ہے ۶۹۴ھ ، یا ۶۹۵ھ ، یا ۶۹۶ھ ، مطابق ۱۲۹۴ء میں اسکندریہ میں وفات ہوئی ، فسطاط میں امام شافعی کے قرب میں مدفون ہیں۔

بات نے ان کی کایا پلٹ دی اور دل میں حضور نبی اکرم ﷺ سے عشق و محبت کا جذبہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ ہر وقت آپ ﷺ کے خیال میں مستغرق رہتے اور اسی دوران کچھ نعتیہ اشعار بھی کہے۔

اچانک ان پر فالج کا حملہ ہوا جس سے ان کا آدھا جسم بیکار ہو گیا، وہ عرصہ دراز تک اس عارضے میں مبتلا رہے اور کوئی علاج کارگر نہ ہوا، اس مصیبت و پریشانی کے عالم میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال گزرا کہ اس سے پہلے تو دنیاوی حاکموں اور بادشاہوں کی قصیدہ گوئی کرتا رہا ہوں کیوں نہ آقائے دو جہاں ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر اپنی اس مرضِ لادوا کے لئے شفاء طلب کروں؟ چنانچہ اس بیماری کی حالت میں قصیدہ لکھا، رات کو سوئے تو مقدر بیدار ہو گیا اور خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے شرف یاب ہوئے، عالم خواب میں پورا قصیدہ آقائے کائنات ﷺ کو پڑھ کر سنایا، آپ ﷺ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے اس درجہ خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک ان پر ڈالی اور پورے بدن پر اپنا دستِ شفاء پھیرا جس سے دیرینہ بیماری کے اثرات جاتے رہے اور آپ فوراً شفایاب ہو گئے، اگلے دن صبح صبح آپ اپنے گھر سے نکلے اور سب سے پہلے جس سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ اس زمانے کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابوالرجاء تھے، انہوں نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو روکا اور درخواست کی کہ وہ قصیدہ جو آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی مدح میں لکھا ہے مجھے بھی سنا دیں۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کونسا قصیدہ؟ انہوں نے کہا: وہی قصیدہ جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍم بِذِيْ سَلَمِ مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُّقْلَةٍ بِدَمِ

”کیا تو نے مقام ذی سلم کے ہمسایوں کی یاد میں آنسوؤں کو جو تیری آنکھ سے جاری ہیں خون سے ملا دیا ہے“؟۔

میں نے حیرت میں ڈوب کر عرض کی اے شیخ ابوالرجاء! مِنْ اَيْنَ حَفِظْتَهَا“

”یہ قصیدہ آپ نے کہاں سے یاد کیا ہے“؟ شیخ صاحب نے فرمایا کہ خدا کی قسم جب آپ

یہ قصیدہ آقائے دو جہاں ﷺ کو سنا رہے تھے تو میں بھی اسی مجلس میں ہمہ تن گوش اسے سن رہا تھا، اور آقا ﷺ سن کر اظہار پسندیدگی کے لئے پھلوں سے بھری ہوئی ڈالی کی طرح حرکت فرما رہے تھے، جو بادِ نسیم کی حرکت کی وجہ سے ہلنے لگتی ہے۔

میں نے یہ سن کر علی الفور قصیدہ ان کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا، شہر بھر میں خبر مشہور ہوگئی، حضرت امام بوصیری کے ساتھ اس معجزہ کی وجہ سے یہ قصیدہ بہت متبرک سمجھا گیا، اسے وہ شہرتِ دوام ملی کہ آج تک اس کا تذکرہ زبان زد خاص و عام ہے اور اس سے حصولِ برکات کا سلسلہ جاری ہے۔(۱)

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهُ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ
وَ مُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْكَارِيْ مَدَائِحَه وَ جَدْتُهُ لِخَلَاصِی خَيْرَ مُلْتَزِمِ

''آپ خدائے تعالیٰ کے وہ محبوب ہیں کہ مصیبتوں میں ہر ایک سخت مصیبت میں آپ کی شفاعت کی توقع کی جاتی ہے''۔

''میں نے جب سے اپنے افکار کو حضور علیہ السلام کی نعمت کے لئے لازم یا وقف کر دیا ہے تب سے میں نے حضور علیہ السلام کو اپنی نجات کا بہترین معاون پایا''۔

ذکر حبیب کی برکت سے امام بصیری کن نعمتوں سے نوازا گیا:

۱۔ دنیوی شاہوں کے مداحوں سے شہنشاہِ دو جہاں کے مداحوں میں سرِفہرست شمار کیا گیا۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کی طرف سے ظاہری انعام ''چادر'' نصیب ہوئی۔ جس کی نسبت رہتی دنیا تک قبولیت میسر ہوئی۔

۴۔ سخت بیماری سے صحت ملی۔

---

(۱) علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ، عصیدۃ الشد شرح قصیدۃ البردۃ، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، صفحہ ۳۴۵ زم زم پبلشر کراچی۔ حکیم الامت اشرف علی تھانوی

۵۔ وقت کے اولیاء کی نظر میں بھی محبوبیت ملی۔

فائدہ: ۱۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ سے خوش ہو کر اپنی چادر مبارک ان کے بیمار جسم پر ڈالی تھی اور پھر اپنا دست شفاء بھی پھیرا تھا جس کی برکت سے وہ فوراً شفاء یاب ہوئے لہٰذا اس چادرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت سے اس قصیدہ کا نام ''قصیدہ بردہ'' مشہور ہوا۔

۲۔ برکاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آج بھی جاری و ساری ہیں اور جس نے اس قصیدہ کو درمان طلبی کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا اللہ رب العزت نے اسے بامراد کیا۔ اس کی برکت سے بہت سوں کو فالج سے صحت یابی اور آشوب چشم کی شدت سے نجات ملی اس طرح بہت سے دیگر پریشان حال لوگوں کے دینوی و دنیاوی امور آسان ہوئے۔

۳۔ آپ کا مجموعہ کلام ''دیوان بوصیری'' کئی مرتبہ مصر میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے علاوہ ازیں انگریزی، فرانسیسی، اطالوی، ہسپانوی اور ترکی ترجمے ہو چکے، دنیا کے بڑے بڑے اہل علم آپ کے شاعرانہ کمالات اور ادبی مہارت کے معترف ہیں، امام جلال الدین سیوطی، ابن العماد حنبلی، ابن شاکر کتبی کے علاوہ مستشرقین کے نکلسن اور آربری بھی آپ کے مداح ہیں، یقیناً اس قصیدے کی نظیر نہ ماضی میں تھی اور نہ مستقبل میں ممکن ہے، لاتعداد قصائد اس کی طرز اور اسلوب پر لکھے گئے مگر کوئی بھی قصیدہ بردہ کے مقام کو ذرہ برابر بھی نہ پاسکا۔

سیرت کا تذکرہ قرب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذریعہ مولانا جامی کا واقعہ

ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قرب حبیب نصیب ہونے کا مثالی واقعہ ہے کہ مولانا جامی (۱) نعت شریف لکھنے کے بعد جب حج کیلئے تشریف لے گئے ارادہ تھا کہ روضہ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس نعت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پیش کریں گے، حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی

(۱) مولانا جامی کی ولادت بروز بدھ ۲۳ شعبان المعظم ۸۱۷ھ مطابق 7 نومبر، 1414ء بوقت عشاء جام کے موضع خرجرد میں ہوئی جو اب افغانستان کے صوبہ غور میں واقع ہے، مولانا جامی کے والد احمد بن محمد (مولانا جامی کے جد امجد) کے عقد میں امام محمد بن حسن شیبانی کی اولاد سے ایک صاحبزادی تھیں، جن کے بطن سے مولانا جامی کے والد احمد بن محمد پیدا ہوئے، نظم و نثر کی ۴۹ تصانیف ہیں، دائرہ المعارف الاسلامیہ: ۵۸/۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء)

حاضری کا ارادہ کیا، امیر مکہ کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امیر مکہ اس شخص (حضرت عبدالرحمن جامی) کو مدینہ طیبہ کی جانب آنے سے روکو، گورنر مکہ نے تمام سرحدوں پر پہرے لگا دیئے، حضرت عبدالرحمن جامی چھپ کر مدینہ طیبہ کی جانب چل پڑے، ترکی قافلے کو اپنے ساتھ لے جانے کہا قافلے نے چند سکوں کے عوض مدینہ منورہ ساتھ لے جانے پر رضامند ہو گئے، قافلہ جب مدینہ پاک کی سرحد پر پہنچا تو سکیورٹی پر مامور پہرہ داروں نے انہیں واپس عراق کی طرف کر دیا، دوبارہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کیساتھ چل پڑے، مدینہ کے قریب سرحد پر ایک نقاب پوش گھڑسوار نے پکڑ کر گورنر کے حکم پر قید خانے میں ڈال دیا، اسی رات گورنر مکہ کو نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، فرمایا کہ: تم نے جامی کو قید میں کیوں ڈالا؟ وہ کوئی مجرم نہیں ہے، فوراً رہا کرو، اگر عبدالرحمن جامی مدینہ آیا تو مصافحہ کے لیے روضہ سے دست باہر آنا پڑے گا۔(۱)

فائدہ: ذکرِ حبیب سے قربِ حبیب نصیب ہونے کی واضح مثال ہے، مولانا جامی کو آپ ﷺ کی شان میں نعت گوئی پر کس قدر محبت سے نوازا گیا، نعت اپنے گاؤں میں کہی مدینہ والے کو رب نے اطلاع کر دی، آنے کی خبر پر گورنر کے خواب میں آپ ﷺ تشریف لا کر محبت و تعلق کا اظہار فرمایا۔(۲)

---

۱ آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا۔

(۲) تنم فرسودہ جاں پارہ — زِ ہجراں یا رسول اللہ — دِلم پژمردہ آوارہ — زِ عصیاں یا رسول اللہ

چوں سوئے من گزر آرِی — مَن مسکیں زِ نا داری — فِدائے نقشِ نعلینت — کُنم جاں یا رسول اللہ

زِ کردہ خویش حیرانم — سِیاہ شد روز عِصیانم — پَشیمانم پَشیمانم — پشیماں یا رسول اللہ

زِ جامِ حُبِّ تو مستم — بہ زنجیرِ تو دِل بستم — نمی گویم کہ مَن ھستم — سُخن داں یا رسول اللہ

چوں بازوئے شفاعت را — کُشائی بَر گُناہ گاراں — مَکُن محرومِ جامی را — دَرا آں یا رسول اللہ

زمہجوری برآمد جان عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم — نہ آخر رحمۃ للعالمینی — زمحروماں چرا فارغ نشینی

بروں آور سر از بردیمانی — کہ روئے تست صبحِ زندگانی — شبِ اندوہ مارا روز گرداں — زرویت روز ما فیروز گرداں

بہ تن در پوش عنبر بوئے جامہ — بہ سر بر بند کافوری عمامہ — ادیم طائفی نعلین پاکن — شراک از شتۂ جانہائے ماکن

شیخ احمد کبیر رفاعی کا ایک واقعہ

سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ (۱) جو عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں، انہوں نے ۵۵۵ھ میں جب حج کیا اور روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو عرض کیا : السلام علیک یا جدّي (دادا جان السلام علیک) جواب مسموع ہوا وعلیک السلام یا ولدی (بیٹا! وعلیک السلام) اس پر ان کو وجد ہوا اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر جاری ہوئے۔

فِي حَالَةِ الْبُعْدِ رُوحِي كُنْتُ أُرْسِلُهَا ... تُقَبِّلُ الْأَرْضَ عَنِّي فَهِيَ نَائِبَتِي

وَهَذِهِ نَوْبَةُ الْأَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ ... فَامْدُدْ يَمِينَكَ كَيْ تَحْظَى بِهَا شَفَتِي

جب ہم دور تھے تو اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیا کرتے تھے وہ روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین بوس ہو جایا کرتی تھی، اب جسم کی باری آتی ہے، ذرا اپنا دست مبارک بڑھائیے؛ تاکہ میرا لب اس سے بہرہ ور ہو سکے اور ہونٹوں کو (بوسہ) کی دولت نصیب

---

(۱) چھٹی صدی ہجری کے ربانیین میں شیخ کبیر سید احمد کبیر رفاعیؒ ہیں ، سیدنا حسینؓ کی اولاد سے ہیں، مسلکاً شافعی ہیں، یکم رجب ۵۱۲ھ مطابق یکم نومبر 1118ء کو بمقام اُم عبیدہ قصبہ حسن میں پیدا ہوئے، اس وقت مسترشد باللہ عباسی کا عہد خلافت تھا، سات سال کی عمر میں والد ماجد سید علی ہاشمی کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، شیخ سید منصور بطائحی حقیقی ماموں کی پرورش رہی، بیس سال کی عمر شیخ ابو الفضل علی واسطیؒ نے علوم شریعت وطریقت کی اجازت، خرقہ وخلعت خلافت سے بھی نواز دیا ل قناعت وشکر کا یہ حال تھا کہ کبھی اپنے پاس دو قمیصیں نہ رکھتے تھے، جب قمیص دھونے کی ضرورت پیش آتی تو دریا میں خود ہی اُتر کر صاف کرتے، دھوپ میں کھڑے ہو کر خود ہی سوکھاتے، خدمت خلق کا جذبہ اس قدر تھا کہ خود جنگل جاتے لکڑیاں اُٹھا کر لاتے اور بیوگان ومساکین اور غربا کے گھروں میں پہنچاتے، اُن گھروں میں پانی بھر دیتے تھے، بستی میں کسی کی بیماری کا حال سنتے اگر چہ وہ دور کا ہوتا، اُس کی عیادت اور خبر گیری کے لیے جاتے۔ جب کسی بوڑھے کو دیکھتے تو اُس کے محلے والوں کے پاس جاتے اور اُس بوڑھے شخص کے بارے میں نصیحت فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے سفید بال والے مسلمان کی تعظیم وعزت کی اللہ رب العزت بڑھاپے میں اُس کی عزت وتعظیم کرنے والا مقرر فرمائے گا، پیٹ کے مہلک مرض کی وجہ سے مہینہ بھر صاحب فراش رہے اور پھر یہی بیماری مرضِ الموت کی شکل اختیار کر گئی۔ بالآخر 66 سال کی عمر میں 12 جمادی الاولیٰ 578ھ کو دنیا سے رخصت کر گئے۔

ہو جائے۔

علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے نقل کیا ہے کہ روضۂ اقدس کے اندر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہایت نورانی ہاتھ ظاہر ہوا، انہوں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بے ہوش ہو گئے، بس ہاتھ غائب ہوگیا۔ "فَخَرَجَتِ الْيَدُ الشَّرِيفَةُ مِنَ الْقَبْرِ الشَّرِيفِ فَقَبَّلَهَا" (۱)

مگر کیفیت یہ ہوئی کہ تمام مسجد نبوی میں نور ہی نور پھیل گیا، ایسا نور کہ اس کے سامنے آفتاب کی بھی حقیقت نہ تھی، اور واقعی آفتاب کی، اس نور کے سامنے کیا حقیقت ہوتی، ایک بزرگ سے جو کہ اس واقعہ میں حاضر تھے کسی نے پوچھا کہ آپ کو رشک تو بہت ہوا ہوگا، فرمایا ہم تو کیا اس وقت ملائکہ کو بھی رشک تھا کہ ہمیں بھی یہ دولت نصیب ہوتی۔ (۲)

حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے روضہ سے جواب

"الجمعیۃ، شیخ الاسلام نمبر" میں مذکور ہے: مشہور عالم اور بزرگ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی مرحوم نے بیان فرمایا کہ ایک بار زیارتِ بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربارِ رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام مشائخِ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ اِمسال روضہ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ہے، ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر صلاۃ وسلام پڑھا تو دربارِ رسالت سے "وعليكم السلام يا ولدي" کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا۔ اس واقعہ کو سن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا۔ مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے، دل تڑپ اٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی؛ تاکہ اس محبوبِ بارگاہِ رسالت کی زیارت سے مشرف ہوسکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کرلوں، تحقیق کے بعد پتا چلا کہ وہ ہندی نوجوان سید حبیب اللہ مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا فرزندِ ارجمند ہے۔ گھر پہنچا ملاقات کی، تنہائی پا کر اپنی طلب وجستجو کا راز بتایا، ابتدا

(۱) الحاوی للفتاوی: ۲/ ۳۱۴، علامہ جلال الدین سیوطیؒ

(۲) خطبات حکیم الامت ۱۴: / ۲۰۲

میں خاموشی اختیار کی لیکن اصرار کے بعد کہا: "بے شک جو آپ نے سنا وہ صحیح ہے۔" یہ نوجوان تھے مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ"۔(۱)

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ نے درسِ ختمِ بخاری شریف جامع مسجد سورتی، رنگون، برما میں حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے پڑھا ہے اور اپنے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ آپ روضۂ رسول اکرم ﷺ پر حاضر ہوئے، سلام پڑھا "الصلاۃ و السلام علیک یا رسول الله"۔ روضۂ اقدس سے رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: "وعلیک السلام یا ولدي"۔(۲)

ایک ضروری وضاحت

اگرچہ بعض ظاہر پرست اور تصوف سے دلچسپی نہ رکھنے والے علماء نے شیخ رفاعی نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے؛ لیکن محققین علماء نے اس واقعہ کی صحت پر شبہ نہیں کیا ہے، ہمارے اکابر میں حضرت تھانوی نے اشرف الجواب میں اسی طرح مفتی عبدالرحیم لاجپوری ؒ نے فتاویٰ رحیمیہ میں اس واقعہ کو علامہ جلال الدین سیوطی کا رسالہ "شرف مختتم" کے حوالے سے سند کے ساتھ نقل کیا، اور علاّمہ صفوری الشافعی ؒ نے تو لکھا ہے:

"ولاإنكار في ذلک فإنَّ إنكار ذلک يؤدّي إلى سوء الخاتمة والعياذ بالله و إن كرامات الأولياء حق ، والنبى ﷺ حي في قبره سميع بصير منعم فى قبره"۔(۳)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے فضائل حج میں ''البنیان

---

(۱) الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر: ۹۴

(۲) ماہنامہ الفاروق ذوالقعدہ 1437ھ

(۳) نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس ۱: ۱۹۰/

المشید'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا، جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا، اور حضور ﷺ کے دستِ مبارک کی زیارت کی، جن میں حضرت محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔(۱) سید الرسل وخاتم الانبیاء، سیدنا ومولانا محمد ﷺ اپنی قبرِ مبارک میں حیات ہیں، درود وسلام پڑھنے والوں کے درود وسلام کا جواب دیتے ہیں، جس طرح آپ ﷺ کی حیاتِ دنیوی میں خرق عادت کے طور پر چند امور بطورِ معجزہ ظاہر ہوئے ہیں، اسی طرح حیاتِ برزخیہ میں اس طرح کے واقعات صادر ہوں تو یہ نہ عقلاً ممتنع ہے اور نہ ہی شرعاً، نیز اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کی کرامات حق ہیں، لہذا اگر اللہ کے کسی ولی کے لیے خرقِ عادت کے طور پر روضہ اقدس سے سرورِ کائنات حضرت رسولِ مقبول محمد ﷺ کا دستِ مبارک باہر آئے، یا آپ کے روضہ اقدس سے کسی کے سلام کا بلند آواز سے جواب دیا جائے تو یہ ممکن ہے، اس قسم کے ایک نہیں کئی واقعات موجود ہیں، جن کو اہلِ علم نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

سید نورالدین ایجی شریف عفیف الدین رحمہ اللہ کے والد ماجد کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا''السلام علیک أیها النبي ورحمة الله وبركاته''، تو سارے مجمع نے جو وہاں حاضر تھا سنا کہ قبر شریف سے ''وعلیک السلام یا ولدي'' کا جواب ملا۔

''وَفِي مُعْجَمِ الشَّيْخِ برهان الدين البقاعي قَالَ: حَدَّثَنِي الْإِمَامُ أبو الفضل بن أبي الفضل النويري أَنَّ السيد نور الدين الإيجي وَالِدَ الشريف عفيف الدين لَمَّا وَرَدَ إِلَى الرَّوْضَةِ الشَّرِيفَةِ وَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْك أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، سَمِعَ مَنْ كَانَ بِحَضْرَتِهِ قَائِلًا مِنَ الْقَبْرِ يَقُولُ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا وَلَدِي''. (۲)

---

(۱) فضائل حج: ۱۹۷، آداب زیارت

(۲) الحاوی للفتاوی، 2/314

شیخ ابونصر عبد الواحد بن عبد الملک بن محمد بن ابی سعد الصوفی الکرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد زیارت کے لیے حاضر ہوا، حجرہ شریفہ کے پاس بیٹھا تھا کہ شیخ ابوبکر دیاربکری رحمہ اللہ تشریف لائے، اور مواجہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا "السلام علیک یا رسول اللہ" تو میں نے حجرہ شریفہ کے اندر سے یہ آواز سنی "وعلیک السلام یا أبابکر" اور ان سب لوگوں نے جو اس وقت حاضر تھے اس کو سنا۔

"وَقَالَ الْحَافِظُ محب الدين بن النجار فِي تَارِيخِهِ: أَخْبَرَنِي أبو أحمد داود بن علي بن هبة الله بن المسلمة أَنَا أبو الفرح المبارك بن عبد الله بن محمد بن النقور قَالَ: حَكَى شَيْخُنَا أبو نصر عبد الواحد بن عبد الملك بن محمد بن أبي سعد الصوفي الكرخي قَالَ: حَجَجْتُ وَزُرْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ الْحُجْرَةِ إِذْ دَخَلَ الشَّيْخُ أبو بكر الدياربكري وَوَقَفَ بِإِزَاءِ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ دَاخِلِ الْحُجْرَةِ: وَعَلَيْك السَّلَامُ يَا أبا بكر، وَسَمِعَهُ مَنْ حَضَرَ" (۱)

لہٰذا اس طرح کے واقعات کا ظہور کوئی اَن ہونی بات ہے، نہ ہی ناممکن ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دنیا میں بے شمار معجزات عطا فرمائے، دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی بطورِ معجزہ کسی خرقِ عادت کا ظہور اہلِ سنت والجماعت کے ہاں باعثِ تعجب یا انکار نہیں ہے، بلکہ یہ محبت اور دلی شوق کی باتیں ہیں، اللّٰهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه!

سیرت کا تذکرہ وبا ختم ہونے کا ذریعہ نشر الطیب کی وجہ تالیف

عظمت ِرسول کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کا ذکر خیر سراسر خیر و برکت کا ذریعہ ہے، عارف باللہ حضرت شاہ حکیم اختر صاحب علیہ الرحمۃ نے اس ضمن میں حضرت تھانوی ؒ کی تصنیف

(۱) الحاوی للفتاوی، 2/ 314

لطیف ”نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب“ کا واقعہ نقل فرمایا ہے جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کے فضائل پر اس کتاب کو لکھ رہے تھے اس زمانہ میں تھانہ بھون میں طاعون پھیلا ہوا تھا جس دن کتاب لکھتے قصبہ میں کوئی موت نہیں ہوتی تھی اور جس دن ناغہ ہوتا اس دن کئی اموات ہو جاتی تھیں، جب حضرت کو مسلسل یہ روایت پہونچی تو آپ روزانہ لکھنے لگے تو وہاں طاعون ختم ہوگیا۔(۱)

یہ بات اس سے مستنبط ہوتی ہے کہ پہلے مدینہ کی آب و ہوا اچھی نہ تھی، قسم قسم کی وباؤں سے متاثر ، ہجرت کے بعد اکثر مہاجرین بیمار، بیماری میں کوئی اپنا وطن مکہ مکرمہ کو یاد کرکے پر درد لہجے میں اشعار پڑھتے ،کوئی آخرت کو یاد کرتا، آپ ﷺ نے دعا فرمائی ”الٰہی! مدینہ کو بھی ہمارے لئے ویسا ہی محبوب کر دے جیسا کہ مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے، الٰہی! ہمارے ”صاع “ اور” مد“ میں برکت دے، مدینہ کو ہمارے لئے صحت بخش بنا دے اور یہاں کے بخار کو ”جحفہ “ میں منتقل کر دے“ آپ ﷺ کی دعا حرف بحرف مقبول ہوئی ،مدینہ سے ایسیا لفت کہ مکہ کی سکونت کا نام نہیں لیا، حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں دکھلا دیا کہ مدینہ کی وبائیں مدینہ سے دفع ہوگئیں اور مدینہ کی آب و ہوا صحت بخش ہو گئی۔

جس طرح نبی کریم ﷺ کی دعا کا اثر ظاہر ہوا، اسی طرح آپ ﷺ کی ذات کے ذکر کا اثر بھی ظاہر ہوتا ہے، ابو زید مروزی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ ﷺ مجھ سے فرمایا : ابو زید! تم امام شافعیؒ کی کتاب کا درس کب تک دو گے؟ میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے؟ میں نے عرض کیا حضور! آپ کی کون سی کتاب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا : محمد بن اسماعیل کی جامع صحیح ،بقول حافظ ابن کثیر پریشانی خوفِ و دشمن، سختی مرض، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں بخاری شریف کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے، ایک محدث نے اس کتاب

(۱) نشر الطیب، ۷

کو ایک سو بیس مرتبہ مختلف مقاصد کے لیے پڑھا اور ہر مرتبہ ان کو کامیابی ملی۔

سیرت کے تذکرے سے اخلاقی تربیت

سیرت ایک اہم فائدہ اخلاقی تربیت ہے، اخلاق کی درستگی کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں، سب سے عمدہ شکل ایک مجسمۂ اخلاق شخصیت کی عملی زندگی کو سامنے رکھنا ہے، پیغمبر اخلاق کی سیرت آدمی کی اخلاقی تربیت کا ذریعہ بنتا ہے، قریش مکہ نے آپ کو ہر طرح سے ستانے، ظلم و ستم کا ہر حربہ آزمانے کے باوجود فرمایا: میں وہی کہتا ہوں جو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔(۱) اور ان کے لیے دعا فرمائی: بارِ الٰہا! تُو نے قریش کو ابتدا میں سزا دی ہے، اب ان کو آخر میں اپنی نعمتوں سے نواز۔

ہند بنتِ عتبہ حاضر ہوتی ہے جس نے آپ ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا مُثلہ کیا تھا، آپ ﷺ نے سب کچھ بھولا کر چشم پوشی فرماتے ہوئے بیعت فرمالیا، ایک لفظ شکوے کا زبانِ اقدس پر نہ لائے، جس سے آپ ﷺ کی یہ صفت نمایاں ہوتی ہے کہ اپنی ذات کے لیے کبھی بدلہ نہیں لیا۔

البتہ حقوق اللہ کی پامالی میں کسی طرح کی رعایت نہ فرماتے، آپ ﷺ کی محبوب شخصیت کا محبوب بیٹا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما مخزومیہ خاتون کی سفارش کی جس کے چوری کرنے پر حد واجب ہوگئی تھی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے ساقط کرنے کی سفارش کر رہے ہو، اللہ کی قسم اگر، پھر آپ ﷺ نے ایک نہایت محترم خاتون حضرت فاطمہؓ کا نام لیا، فلاں بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا، تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ ان میں اگر کوئی معزز شخص چوری کرلیتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور اگر کسی کمزور شخص سے یہ جرم سرزد ہوتا تو وہ اس پر حد جاری کرتے۔

---

(۱) یوسف، ۹۲

تذکرۂ سیرت کے مزید فوائد

❁ سیرت کی برکت سے مسلمان کے اندر حکمت و بصیرت آجاتی ہے جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان اپنی زندگی میں نقصانات سے محفوظ رہتا ہے، سیرت طیبہ کو سننے سے مسلمان کو خیر کی راہ میں پیش آنے والے مصائب اور تکالیف پر صبر کرنے کا حوصلہ ملتا ہے، مکی زندگی ایسی ہی تکالیف کو برداشت کرنے اور صبر کرنے کا نام ہے۔

❁ سیرت کے واقعات واحوال سے اسباق ونکات نکالا جاتا ہے، سیرت کا ہر واقعہ بے پناہ اسباق رکھتا ہے، اصحاب بصیرت سیرت سے عبرت ونصیحت کے بے شمار پہلو نکالتے ہیں، مکی زندگی کا پیغام، مدنی زندگی سے الگ ہے، واقعۂ ہجرت عبر ونصائح سے معمور ہے، سیرت کے ذریعہ موجودہ مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔

❁ دعوتِ دین کے نبوی طریق کار سے واقفیت ہوتی ہے، نبوت کے ابتدائی تین سالوں کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خفیہ دعوت، اعلانیہ دعوت کا آغاز، دعوت کی راہ میں آپ کی مشکلات، نیز اسالیب دعوت سے واقفیت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت میں حکمت ودور اندیشی، زمان ومکان کے فرق سے حکمت عملی کا بدلنا، مدعو کے لحاظ سے اسالیب کا بدل جانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقۂ دعوت میں پانچ خصوصیات نمایاں نظر آتی ہیں (۱) داعی کا اپنے کام میں حد درجہ اخلاص کا اہتمام کرنا، دعوتی عمل صرف رضائے الٰہی کی خاطر ہونا (۲) داعی کا شریعت کے ضروری علم سے واقفیت ہونا (۳) دعوت میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی عظمت وقدرت پر زیادہ زور دینا (۴) مدعو کے ساتھ حد درجہ شفقت ورحمت کا معاملہ کرنا، گفتگو کا لب ولہجہ نرم ہونا (۵) ہر شخص اور ہر موقع کے لیے مناسب دعوتی اسلوب اپنانا۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت ومعاشرت سے واقفیت ہوتی ہے، مثلاً: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبادات ومعاشرت میں اخلاص کا حد درجہ اہتمام فرمانا، عبادات میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا، نفس پر طاقت سے زائد بوجھ نہ ڈالنا، عبادات میں سنت کے التزام اور بدعات سے اجتناب

کی تلقین، عبادات پر مداومت، تین صحابہؓ کا ہمیشہ روزہ رکھنے، شادی نہ کرنے، راتوں کی عبادت پر قسم کھانے پر آپ ﷺ کی تنبیہ کا واقعہ مشہور ہے۔

❁ سیرت سے یہود ونصاریٰ کی سازشوں سے جانکاری حاصل ہوتی ہے، مدنی زندگی میں قدم قدم پر آپ کو یہود ونصاریٰ سے سابقہ پڑا، آپ نے ان کے ساتھ صلح کے معاہدے کئے، یہود نے ہمیشہ عہد شکنی کی اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش رچتے رہے، آپ ﷺ نے ان کی سازشوں کو ناکام بنایا۔

❁ مسلمانوں میں اللہ کی نصرت کا یقین پیدا ہوتا ہے، حالات چاہے کتنے ہی تاریک ہوں لیکن انجام اہلِ حق ہی کا ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی اس کی گواہ ہے، سیرت سے معلوم ہوگا کہ جنگ احد، جنگ بدر، غزوۂ احزاب اور دیگر غزوات میں کس طرح نصرتِ خداوندی شامل رہی۔

❁ آپ ﷺ کی سیرت کے ذریعہ ایمان افروز واقعات سنتے ہیں، خصوصاً غزاوت میں آپ ﷺ کی بنفس نفیس شرکت، دشمنان اسلام کے ساتھ بھی نرم رویہ اور حسن سلوک، بچوں، عورتوں، بزرگوں کے ساتھ محبت وشفقت اور ہمدردی کا اظہار، صلہ رحمی، خیر خواہی، ایثارو قربانی جیسے اوصاف حمید کے حامل شخصیت کی زندگی یقینا ایمان میں اضافے کا ذریعہ ہے۔

سیرت سے ناواقفیت کا عالم

نئی نسل کے اندر جہاں بہت سی خربیاں محسوس کی جارہی ہے، ان میں ایک نبی پاک ﷺ کی سیرت سے ناواقفیت ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اسوۂ بنایا ہے اور جس کو اسوۂ بنایا جاتا ہے اس کی زندگی کے ایک پہلو کا مطالعہ کرنا اور اس سے واقفیت انتہائی ضروری ہے؛ لیکن دیکھا یہ جارہا ہے کہ ہماری نئی نسل کو نبی کریم ﷺ کی زندگی کیا! آپ کا نام سے بھی نابلد ہے، ایک ٹک ٹاکر سے پوچھا گیا کہ ’’عائشہ رضی اللہ عنہا کون تھی؟ کوتھی تو اس کے جواب میں وہ ٹک ٹاکر نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ تھی۔ (نعوذ باللہ)

ایک طرف قوم مسلم کی تباہ کن، گھمبیر اور نازک ترین صورتحال ہے تو وہیں دوسری طرف امت مسلمہ کو لاتعداد چیلنجز کا سامنا ہے، کفار چوری، سفاکی، چالاکی و بیباکی کے ساتھ اسلام کو مٹانے میں مصروف ہیں، ان کی سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ وہ ہماری نوجوان نسل کو دنیا کی زیب و زینت، مادی زندگی کا عیش و تنعم، بلا مواخذہ جسمانی لذتوں کے مواقع فراہم کر کے روحانی لذتوں سے بے بہرہ کر دے، اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات و تعلیمات کی اصل روح کو مسخ کر کے مسلمانوں کے دلوں سے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نقش مٹا دیں، چنانچہ اسلام دشمن محققین اور متعصب مستشرقین نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ سے متعلق شکوک و شبہات کو عام کیا، مادی سطح پر آپ کی شخصیت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا، فضائل و کمالات کا اِنکار کیا، اور مقام نبوت، حقیقتِ نبوت اور وحی پر شکوک و شبہات پیدا کئے، پھر کیا تھا کہ توہین رسالت کے مجرمین اور گستاخان رسول بین الاقوامی سطح پر رسول رحمت کی ذات گرامی پر اعتراضات کرنے لگے۔

دراصل اسکی وجہ ہم خود ہیں کہ مطالعہ سیرت نبوی اور اسکی حقیقی ضرورت و اہمیت کا احساس ہمارے دلوں سے محو ہو گیا ہے، ہماری زندگیوں کی نہج کچھ ایسی بن گئی ہے کہ ہمیں اس اہم خلاء کا احساس بھی نہیں ہوتا جو ہماری زندگیوں میں مطالعۂ سیرت کے فقدان یا کمی کی بناء پر پیدا ہو گیا ہے اور یہ وہ محرومی ہے جس کا ذمہ دار خود ہمارے اپنے سوا کوئی نہیں ہے۔(۱)

چند مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو یوٹوپ پر دیکھنے اور چند مضامین پڑھنے سے معلوم ہوا کہ نئی نسل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے کتنی ناواقف ہیں:

☆ ایک نوجوان سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی بیویاں تھیں، اس کے جواب میں کہنے لگا بے شمار (نعوذ باللہ) پھر پوچھا کسی کا نام بتاؤ تو کہنے لگا کہ "فاطمہ"!

حالانکہ ہماری نئی نسل کو آج کے ہیروں کے نام اس کی بیوی کا نام، اس کی ہٹ فلم، اس کے بچوں کے نام وغیرہ وغیرہ ازبر یاد رہتے ہیں، وہیں جس نبی کے نام لیوا ہیں اس

(۱) سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ؛ وقت کی اہم ترین ضرورت، از مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی

سے اتنی ناواقفیت ہے۔

☆ ایک صاحب سے پوچھا کہ موت کے فرشتہ کا نام کیا ہے کہنے لگا کہ جبرئیلؑ!۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی معجزہ ہے

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو معجزات آپ سے صادر ہوئے، وہ عربوں کے ایمان لانے کا بنیادی سبب نہیں تھے؛ بلکہ ہمیں کوئی ایسا معجزہ نظر نہیں آتا جس کی وجہ سے کافروں نے اسلام قبول کرلیا ہو، بلکہ جو لوگ بھی مسلمان ہوئے عقل و وجدان کے اطمینان کے ذریعہ ہی مسلمان ہوئے اور جب کفار قریش نے پچھلی قوموں کی طرح معجزات کا مطالبہ کیا تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ جواب میں کہیں: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان سے کہو: پاک ہے میرا پروردگار، کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور کچھ بھی ہوں"۔(۱)

معجزات بس دیکھنے والوں کے خلاف ہی دلیل بن سکتے ہیں اور بعد کے جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا، نہ آپ کے معجزات کو دیکھا وہ محض عقلی و قطعی دلائل کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، ان عقلی دلائل میں سرفہرست قرآن کریم ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اس نوجوان کی زندگی پیش کرتی ہے جو رسالت سے پہلے سچے، امانت دار کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا، چالیس سال کی عمر میں ایک اللہ کی دعوت بہترین طریقہ سے دیتا، ایک بہترین سربراہ مملکت کی تصویر پیش کرتا ہے جو اپنی سمجھداری اور ہوش مندی، اخلاص و صداقت کے ذریعہ مملکت کی حفاظت کرتا تھا، ایک ایسے نبی کی زندگی ہے جو بہترین شوہر، مشفق باپ (۲) معاملات کا درست، تمام حقوق کو ادا کرنے والا تھا، اپنے

---

(۱) بنی اسرائیل ۹۰: تا ۹۳

(۲) حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بچپن میں مسجد کے صحن میں کھجور کا گرا ہوا دانہ پایا، اٹھا کر منہ میں رکھا تو آپؐ نے ہاں، ہاں کہہ کر اسے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا: تمہیں معلوم نہیں ہم صدقے کا مال نہیں کھاتے، حلال نہ ہونے کی صورت میں معمولی چیز اقل قلیل سے بھی منع فرمایا۔

ساتھیوں کی مثالی تربیت کرتا، بہترین دوست جو دوستی کی ذمہ داریاں اچھی طرح ادا کرتا تھا، ایک کامیاب جج، معلم، رہبر، سیاسی قائد، امانت دار تاجر غرض زندگی کے تمام گوشوں پر محیط بہترین نمونہ ہے۔

علامہ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں غور وفکر کرنے والا لامحالہ اس کی تصدیق کرے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے مطابق ہوتا تھا، اور وہ یقیناً یہ گواہی دے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی معجزہ لے کر نہ آتے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے لیے کافی تھی۔(١)

عمان کے حکمران ابن الجلندی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف سننے کے بعد کہا: بہ خدا آپ نے مجھے اس نبی اُمی کے بارے میں بتایا ہے کہ جب وہ کسی نیکی کا حکم دیتے ہیں تو سب سے پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں، اور اگر کسی برائی سے بچنے کا حکم فرماتے ہیں تو سب سے پہلے خود اس سے احتراز فرماتے ہیں، وہ فتح یاب ہو کر اتراتے نہیں، مغلوب ہو کر گھبراتے نہیں، اور ایفائے عہد کرتے ہیں، ذمے داریاں نبھاتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی برحق ہیں۔(٢)

حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت مومن کی معراج ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہ صرف ایمان لانا ضروری ہے؛ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے انتہاء عظمت اور تمام چیزوں سے بڑھ کر محبت ہمارے دلوں میں ہو، یہ محبت ہمارے ایمان کا جزو اور ہمارے دین کی اساس ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ اس امت کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا غیر معمولی جذبہ کارفرما ہے، دوسرے مذاہب کے متبعین میں

---

(١) ابن حزم۔الملل والنحل: ج2ص90

(٢) قاضی عیاض، الشفا : ج1ص249۔ابن حجر۔الاصابہ: ج1ص262

اپنے پیشواؤں سے متعلق اس کا سوواں حصہ بھی نہیں ملتا، اور کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہر مسلمان کے لئے آپ ﷺ ہی کی ذات سب سے محبوب ترین ہستی ہے، اس کو اپنے وجود سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت ہے اور اگر اس کا سینہ اس جذبہ سے خالی ہو تو وہ مسلمان ہی باقی نہیں رہے گا۔ محبت کے تقاضوں میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ انسان محبت کا اظہار کرے، اللہ اور رسول کی محبت تو مؤمن کے لئے معراج ہے؛ لیکن انسان تو دنیا میں بھی جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے اظہار محبت کے بغیر چین نہیں ملتا؛ اس لئے رسول اللہ ﷺ سے محبت کا فطری تقاضہ آپ سے محبت کا اظہار بھی ہے۔

اظہارِ محبت کا طریقہ محبوب کے شایانِ شان ہوتا ہے

محبوب کے لحاظ سے محبت کا اظہار کیا جاتا ہے، انسان کو اپنے والدین سے بھی محبت ہوتی ہے اور اولاد سے بھی، استاذ اور شیخ سے بھی محبت ہوتی ہے اور شاگرد و مرید سے بھی، شوہر و بیوی بھی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اور دوستوں میں بھی باہم محبت کا تعلق ہوتا ہے؛ لیکن ہر جگہ اظہار محبت کا ایک ہی انداز نہیں ہوتا، اظہارِ محبت میں دو باتوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا ہے: (۱) محبوب کا مقام و مرتبہ، مقام و مرتبہ کا لحاظ بے حد ضروری ہے، ایک شخص اپنے بچوں سے پیار کرتے ہوئے محبت کا طریقہ کار اختیار کرتا ہے، وہی طریقہ ان کے ساتھ اختیار کرے تو یہ محبت کی بجائے بے ادبی اور گستاخی ہو جائے گی۔

(۲) محبوب کی پسند، آپ ﷺ کی پسند و ناپسند کی پرواہ کئے بغیر ناپسندیدہ شئ بطور اظہار محبت کے پیش کر دیں تو یا تو اسے بے وقوفی سمجھا جائے گا یا تمسخر، رسول اللہ ﷺ سے محبت کے اظہار میں بھی ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پسند چھپی ہوئی نہیں ہے؛ وہ آفتاب کی طرح روشن ہے، پڑھ کر آپ ﷺ کی پسند و ناپسند کو جان سکتے ہیں، اس ترازو میں اظہار محبت کے طریقوں کا تجزیہ کر سکتے ہیں، جن کو آج ہم نے اختیار کر رکھا ہے، اس ماہ میں ضرور اپنی خوشی کا اظہار کریں؛ لیکن طریقہ

ایسا ہو کہ وہ شریعت کی میزان میں بھی درست ہو اور اس سے دینی نفع بھی ہو۔

اظہار محبت مگر ناپسندیدہ طریقہ سے

بلاشبہ سیرت کی یہ محفلیں باعث صدر شک ہیں، حضور ﷺ کے یہ تذکرے دنیا و آخرت میں سعادت کا ذریعہ ہیں، مبارک ہیں وہ زبانیں جو ذکر رسول سے تر ہیں، مبارک ہیں وہ کان جنہیں حضور کا مبارک تذکرہ سننے کا شرف حاصل ہو رہا ہے، لیکن سیرتِ رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہماری ذمہ داریاں صرف جلسوں کے انعقاد سے ختم نہیں ہوتیں، سیرت کے جلسوں کے مثبت اثرات کے ساتھ ان کا منفی پہلو یہ ہے کہ مسلمان صرف جلسوں کے انعقاد ہی کو سب کچھ سمجھنے لگے ہیں۔

کیا عبادت کا یہ طرز درست ہے

۞ ذکر حبیب ﷺ عبادت ہے، عبادت میں نیت کا خلوص ضروری ہے، بدنیتی سے اجر غارت ہو جاتا ہے، ذکر حبیب ﷺ میں اپنی شہرت، اپنی جماعت، تنظیم و تحریک کا نام، ایوارڈ، تعریف کی تمنا، دوسروں کو نیچا دکھانا بلاتحقیق دوسروں پر کیچڑ اچھالنا، اکابر امت کی توہین کو ذکر حبیب ﷺ کا حصہ بنا کر پیش کرنا، اسٹیج پر سے کفریہ فتاوی کا اجراء، جس کی وجہ سے ہر سال عالی شان اجتماع ہونے کے باوجود جس قدر اس سے نفع ہونا ہے حاصل نہیں ہو رہا، نہ کسی عامی میں عشق پیدا ہو رہا، نہ کسی کافر کو ہدایت، بلکہ گانے بجانے والے، فاسق و فاجر، دن رات گناہوں کے مصروف بھی مفت میں ”عاشق رسول، غلامِ مصطفی“ کے القاب حاصل کر رہے ہیں، فاجروں کا عاشقوں میں داخل ہونے کا سستہ نسخہ ہاتھ لگ گیا، ساری زندگی عمل کر چھ کرنا نہیں ہے، میلاد کی محفل قائم کر کے جنتی بن جانا ہے۔

عبادت اور ایذا رسانی کی حد

۞ آپ ﷺ نے کسی بھی انسان کو تکلیف پہنچانے کے عمل سے منع فرمایا، درخت

کاٹنے سے منع فرمایا؛ کہ انسان سایہ سے محروم ہوگا، ماحولیاتی توازن متأثر ہوگا، گھر کی نالی راستے پر نکالنے سے روکا؛ کہ تعفن پیدا نہ ہو، راستہ میں کچرا اور تکلیف دہ چیزیں ڈالنے سے منع فرمایا اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانے کو ایمان کا حصہ فرمایا۔ ”وأدناها إماطة الأذى عن الطريق“(۱)

تنبیہ : جگہ جگہ نعت خوانی بلکہ قوالی کے ڈبے، وقفہ وقفہ سے جلوس، سواریوں ومسافروں کو سخت مشکلات سے دو چار کرنا، سڑک وگلیاں جام کرنے کی وجہ سے شدید مصروفیت شخص کا مطلوبہ مصروفیت تک پہنچنے میں تاخیر نا قابل تلافی نقصان، جان کنی کے عالم میں مریض، شدید وسخت مرض میں مبتلا دوائی کا محتاج جس کی دوائی راستہ جام ہونے سے وقت پر نہ مل سکی، مسافر بس اڈے، ریلوے اسٹیشن، ہوائی اڈے پر وقت پر نہ پہنچ پایا، یہ جلوس کسی کی جان، مال کسی کے خاندان کو بے سہارا کر سکتا ہے۔

بچے کے رونے پر فجر کی نماز نہایت مختصر کرنے والے نبی ﷺ کو امت جان لینے والی حرکتیں کر کے کیسے خوش کر سکتی ہے؟۔

حضرت مقدادؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ رات کے وقت کسی جگہ جاتے تو ایسی آواز میں سلام فرماتے کہ جو لوگ بیدار ہوں وہ سن لیں اور جو لوگ سوئے ہوئے ہوں، ان کی نیند میں خلل واقع نہ ہو: فيجيئ من الليل فيسلم تسليما لا يوقظ نائما ويُسمع يقظان ”(۲)

آپ ﷺ نے قرآن مجید بھی بہت اونچی آواز میں پڑھنے کو پسند نہیں فرمایا، رسول اللہ ﷺ مسجد میں معتکف تھے، صحابہ کو زور زور سے قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا تو پردہ ہٹا کر فرمایا کہ تم سب اپنے پروردگار سے سرگوشی کر رہے ہو؛ لہٰذا ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور قرآن پڑھنے میں ایک دوسرے سے آواز بلند نہ کرو :

---

(۱) صحیح مسلم، باب شعب الایمان، حدیث : ۱۶۲

(۲) مسلم، حدیث : ۲۰۵۵

"ألا إن کلکم مناج ربکم فلا یؤذین بعضکم بعضا، ولا یرفع بعضکم علی بعض في القراءة" (۱)

تکبیر کہنے میں بھی بہت بلند آواز کو پسند نہیں فرمایا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ہم بلندی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے آپ پر نرمی سے کام لو، تم کسی ایسی ذات کو نہیں بلا رہے ہو، جو سنتا نہ ہو یا موجود نہ ہو؛ بلکہ اس خدا کو پکار رہے ہو، جو خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا اور تم سے قریب ہے: لا تدعون أصم ولا غائبا تدعون سمیعا بصیرا قریبا۔ (۲)

تنبیہ: ایسی رکارڈنگ وڈ بجے جس سے محلہ کے لوگوں کے لئے سونا دشوار ہو جائے یا بیماروں کو تکلیف ہونے لگے، جلسوں کے اسپیکر اتنی دور دور تک پھیلا دینا کہ لوگوں کی نیند میں خلل ہو جائے، نبی رحمت ﷺ کو پسند نہیں تھے۔

عبادت یا فضول خرچی

❖ رسول اللہ ﷺ کو فضول خرچی نہایت ناپسند تھی، قرآن مجید میں تقریباً بیس آیتوں میں فضول خرچی کو منع کیا گیا ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے اور کپڑے ہی میں نہیں؛ بلکہ صدقہ کرنے میں بھی اسراف نہ ہونا چاہئے:

"کلوا وتصدقوا والبسوا في غیر إسراف"۔ (۳)

فضول خرچی کی صورتیں کسی خیر کے کام میں ضرورت سے زیادہ خرچ کر دینا یا اتنا خرچ کر دیا جائے کہ خود دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے حالات پیدا ہو جائیں، یا کسی بے جا کام میں خرچ کیا جائے۔

---

(۱) ابوداؤد، حدیث: ۱۳۳۲

(۲) بخاری، حدیث نمبر ۸۳۸۶ : مسلم، حدیث نمبر ۲۷۰۴ :

(۳) نسائی عن عبداللہ بن عمرو ص، حدیث: ۲۳۹۹

تنبیہ: ربیع الاول میں اظہار مسرت کی بعض صورتیں یقیناً فضول خرچی کے دائرے میں آجاتی ہیں، بجلی کا بے دریغ استعمال، گھر اور سڑکوں پر آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی لائٹنگ بے جا سجاوٹ و نمائش، گذرگاہوں پر مختلف اشتہارات و بینرز کی بھرمار، جلوس گذرنے کے لیے بڑے دروازے اور گیٹ، جگہ جگہ اسٹیج، غیر ضروری لاؤڈ اسپیکر، وغیرہ ہر سال لاکھوں کا خرچ اسراف کے نظر ہو جاتا ہے، جس سے کئی غریب امت محمدیہ کی بیٹیوں کی شادی سے گھر آباد ہو سکتا ہے، بھوکوں کو پیٹ بھر کھانا مل سکتا ہے، بیماروں کا مناسب علاج، خدام دین و دینی اداروں کی بہترین خدمت، قید میں پڑے بے بس بے قصور مسلمانوں کی رہائی کا سامان بن سکتا ہے۔

عبادت یا غیروں سے مشابہت

غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت ناپسند ہے، لباس و پوشاک، تہذیب و تمدن کے علاوہ خاص کر دینی امور میں یہ بات حد درجہ ناپسند تھی؛ ارشاد فرمایا: جو شخص کسی اور قوم کی مشابہت اختیار کرے، وہ ان ہی میں شامل ہے: من تشبہ بقوم فھو منھم۔(۱) سورج کے نکلنے، سورج کے نصف آسمان پر رہنے اور سورج کے ڈوبنے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا؛ کہ جو قومیں آفتاب کے پرستاروں کی مشابہت نہ رہے، یہودی دیر سے روزہ افطار کرتے تھے، اپنی امت کو افطار میں عجلت کا حکم دیا، یہودی دس محرم کو روزہ رکھتے تھے، اس کے ساتھ مزید ایک روزہ ملا کر روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔(۲)

تنبیہ: اس پس منظر میں دیپ جلانا، چراغاں کرنا ہندو بھائیوں کا شعار ہے، چراغ جلا کر دیوالی مناتے ہیں، عیسائی حضرات کرسمس کے موقع پر پنچ پہلو ستاروں کی شکل میں روشنی کا اہتمام کرتے ہیں، رنگ پھینکنا برادران وطن کا طریقہ ہے، اس کے لئے مستقل ہولی کا تہوار

---

(۱) ابوداؤد، حدیث: ۴۰۳۱

(۲) سنن الترمذی، حدیث: ۷۶۰

مناتے ہیں، اسلام میں ایک دوسرے پر رنگ پھینکنے کا کوئی تصور نہیں ہے، کہیں ہم غیر مسلم بھائیوں کے مذہبی اور تہذیبی شعائر کی طرف تو قدم بڑھاتے نہیں جارہے ہیں؟ جس سے ایک مذہبی تصور متعلق ہے، اظہار محبت کا یہ طریقہ غیروں سے مشابہت کا ہے۔

عاشق یا فاجر

عشق میں شروع کیا گیا عمل آج عاشقین کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے، فاجروں کی مرضی ایسی کہ اب عاشق بھی بیزار ہیں، بالکل عیسائیوں عوام کی طرح کرسمس کی رسم آج پادریوں کے ہاتھ سے باہر ہے، شروع میں حضرت عیسیٰؑ کی محبت میں مقصود تھی، آج رسم بے حیائی بن چکی کہ جتنی شراب اس دن پی جاتی ہے، جس قدر بے حیائی کرسمس میں ہوتی ہے کسی اور مذہبی تہوار میں نہیں، اگر کوئی شخص منع کرے تو یوں سمجھنا کہ ذکرِ رسول ﷺ سے منع کر رہے ہیں، کم فہمی ہے، اگر کوئی شخص ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھے اور اسے منع کیا جائے کہ ''ناپاک کپڑوں میں نماز نہ پڑھیں، نماز نہیں ہوگی، بلکہ گناہ ہوگا'' تو کہنے لگے کہ ''ہمیں نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں'' نعوذ باللہ ذکر رسول ﷺ سے منع کرنے والا مسلمان کیسے ہوسکتا ہے، ذکر رسول ﷺ سے منع نہیں، ذکر کے نامناسب طریقہ سے منع ہے۔

عبادت کے نام پر حرام چندہ

آپ ﷺ نے بلا ضرورت سوال کرنے سے منع فرمایا، سوال سائل کو قیامت میں ذلیل کردے، جبراً کسی کا مال لینے کو حرام فرمایا:

''لا یحل مال امرءٍ مسلم الا بطیب نفسہ''(۱)

ذکر حبیب ﷺ کے نام پر چندہ کا اہتمام، گلی گلی، دوکان دوکان دستک دے کر، راہ گیروں چلی گاڑیوں کو روک، بادلِ نخواستہ چندہ دینے پر مجبور کرنا، علاقہ سے کے بااثر لوگ

(۱) دار قطنی، حدیث: ۲۸۸۵

کونسلر، چوہدری، غنڈے کو ساتھ لیکر مطالبہ کرنا، دنہ دینے پر دھمکی دینا، اس چندہ کا کوئی حساب کتاب نہیں، کہاں کتنا خرچ ہوا، کتنا وصول کرنے والوں کی جیب میں گیا، ایسی حرکت تو کسی مسجد کی تعمیر کے لیے بھی جائز نہ تھی۔

یہ ادب ہے یا گستاخی ہے؟

۱۲/ ربیع الاول کو خوشی میں باقاعدہ روضۂ اقدس، کعبہ شریف کی شبیہ بنانا، اس کا ویسا احترام کرنا جیسا حقیقی روضۂ پاک کا کیا جاتا ہے، روضہ اور کعبہ شبیہ کے ارد گرد طواف کیا جانا، بعد میں اس شبیہ کو توڑ پھوڑ کر ختم کر دیا جانا، اگر یہی تھوڑ پھوڑ کی حرکت غیر مسلم بھائی کرتا تو یہ گستاخی ہے، مسلمان کرے تو عشق رسول ہے؟۔

صبح کے وقت ایک نومولود بچہ کو عمدہ کپڑے پہنا کر اس کا احترام کیا جانا، گویا اسے نبی کی جگہ تصور کر کے اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا گیا جیسا کہ نبی کے ساتھ کیا جاتا ہے، غیر نبی کے ساتھ نبی کا معاملہ کرنا عشق ہے یا گستاخی ہے؟۔

۱۲/ ربیع الاول کے جلوس میں نوجوان کا سروں پر پٹیاں باندھے موٹر سائیکلوں پر تیز رفتاری کے ساتھ نعرے لگاتے ہوئے شاہراہوں پر سگنل توڑتے ہوئے رواں دواں ہونا ،جس سے ہر مہذب انسان نہ صرف متنفر بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے، یہ عشق ہے یا گستاخی ہے؟۔

سیرت کے جلسہ میں دور دور تک مائیک لگانا، اصل پروگرام سے کافی پہلے لاؤڈ اسپیکر پر غلو پر مشتمل نعتوں کا سلسلہ، ساؤنڈ اس قدر بلند کہ کانوں کے پردے پھٹ جائیں، لوگوں کا سکون غارت ہو جائے، گھروں میں موجود بوڑھوں ضعیفوں اور بیماروں کے لیے مصیبت بن جائے، سر راہ جلسے منعقد کئے جانا جس سے آمد و رفت کا سلسلہ موقوف ہو جائے، راہ گیروں کو شدید زحمت کا سامنا کرنا پڑے، جبکہ یہ جلسے فنکشن ہال، میدان میں بھی ممکن ہیں، نعتوں میں میوزک، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کم اور موسیقی کا اہتمام زیادہ، نعت خواں گانوں کی نقالی

کرنے لگے، ایسے نعت خوانوں کی واہ واہ ہو، رات دیر گئے جلسے جاری رہنا، جلسے میں شریک بیشتر مسلمان نمازِ فجر سے بے خبر صبح دیر تک سوتے پڑے رہنا، جلسوں کی گرج، کانوں کو پھاڑنے والی آواز سے اطراف و اکناف کی ساری آبادی والوں کو بالجبر جاگنے پر مجبور کرنا، عوام کی اصلاح سے زیادہ اپنی واہ واہ کی فکر دامن گیر رہنا، عوامی اصلاح کی بات کم نعروں اور چیخ پکار زیادہ، مسلکی تنازعات بھڑکانے اور دوسرے مکاتبِ فکر کے علماء پر کیچڑ اچھالنے والی باتیں، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسٹیج سے محبت و الفت اور اتحاد و اتفاق کا پیغام کے بجائے انتشار اور تعصب آپسی تفرقہ کے پلیٹ فارم بنا دینا، مسلکی بھڑاس نکالنا، عوام الناس کو دوسرے مکاتب فکر کے خلاف اکسانا، سیرت النبی کے جلسوں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جانا، جن میں سیرت کم سیاسی مخالفین پر خوب برسنا، یہ تمام امور آداب میں ہیں یا گستاخی میں شمار ہوں گے؟۔

۞ شریعت سازی کا اختیار اپنے ہاتھوں میں لے کر ۱۲/ ربیع الاول کو عیدین کی طرح باجماعت نماز، خطبہ دیا جانا، عید بلکہ اس کو عید الاعیاد کا نام دینا، یہ دین میں دخل اندازی نہیں ہے؟ اس قسم کی خرافات وخلافِ شرع باتوں پر نکیر کرنے والوں پر گستاخِ رسول کا لیبل لگا دینا جب کہ دین کے نام پر خرافات کو رواج دینا، یہود و نصاریٰ کی نقالی کرنا حقیقی گستاخی ہے، یاد رکھیں ان سب حرکتوں سے نفس کی تسکین تو ہو جاتی ہے مگر دین کی کوئی حقیقی خدمت نہیں ہوتی، اس شور شرابے وہنگامے کا عملی زندگی سے کوئی واسطہ نہیں، ظاہری ہنگاموں میں لگ کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی کے حقیقی تقاضوں سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

۞ نعتیہ اشعار ایسے جیسے اپنی محبوبہ کے گیسو کی تعریف، اس کے سراپا کا نقشہ کھینچا جا رہا ہو، کیا یہ اظہار محبت کا ناشائستہ طریقہ نہیں ہے؟۔

۞ اخبارات میں ایک طرف ملبوسات کی دکان کا اشتہار جس میں نیم عریاں شکل میں آنچل لہراتی ہوئی ایک عورت کھڑی ہو، ٹھیک اسی کی پشت پر یا اوپر نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک ذکر ہے، کیا یہ بے ادبی نہیں ہے؟

۞ کاغذ کی ایسی جھنڈیاں جن پر کلمہ طیبہ ہو اور جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک نام ہو،

یہی جھنڈیاں چند دنوں کے بعد زمین پر پڑی ہوتی ہے، اور بعض اوقات قدموں کے نیچے بھی آجاتی ہے، کیا یہ بے احترامی نہیں ہے؟

جلسہ کے انتظامات کے بہانے نمازوں کی پراوہ نہ کرنا، رات دیر تک تقریروں کی دھوم صبح فجر سے پہلے جلسہ ختم ہو رہا، جلسہ نماز سے زیادہ مقدس بن گیا، نبی کریم ﷺ کی ہدایات نماز کے متعلق کیا ہیں نام نہاد عاشقوں کی نظر سے اوجھل ہے، نبی کریم ﷺ میدانِ جنگ میں نماز نہ چھوڑی، حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تلواروں کے سایہ میں نماز ترک نہ فرمائی، بے نمازی عاشق ہوتا ہے؟ جو خدا کا نہیں وہ رسول ﷺ کا کیسے؟ جو رسول اللہ ﷺ کا نہیں وہ خدا کا کیسے؟۔

میلاد کے نام پر کیک کاٹنا

اظہار محبت کے نام پر کتنی ہی ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کے خلاف ہیں، ہر سال سینکڑوں سیرت کے جلسے، جلوس، و محفلیں منعقد ہوتی ہیں : مگر ہماری زندگی پر انکا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، ایک تہوار تھا آیا اور چلا گیا، بے حسی بڑھتی ہی جا رہی ہے، اسباب مرض کی تلاش کی فرصت ہی نہیں۔

نبی کا نام جس کیک پر ہو میلاد کے نام پر اس کیک پر یعنی نبی کے نام پر چھری چلائی جائے اور مزے لیکر کھایا جائے بدتمیزی نہیں ہے؟ ایک میں میلاد النبی کی ایک تقریب میں پانچ ہزار پاؤنڈ کی آتش بازی کی گئی ،عالم دین نے منع کیا تو: "آگ کے کھیل کو ہمارے دینی شعار کا حصہ نہ بنایا جائے"، تو حامی علماء نے جھٹ فتح مکہ کا حوالہ دیا: "رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین سے فرمایا کہ مکہ کے پہاڑوں پر پھیل جاؤ اور آگ جلاؤ تا کہ کفار مکہ پر دہشت طاری ہو" جبکہ وہاں مسلمانوں کے لشکر کی کثرت جتلانی مقصود تھی، جہاد کا موقع تھا، دونوں میں کوئی وجہ مناسبت ہے؟۔

صلح حدیبیہ میں معاہدہ کی کتابت کے وقت جب آنحضرت ﷺ نے اسلامی طرزِ تحریر

کے مطابق "بسم اللہ" لکھنا چاہا تو سہیل نے اعتراض کیا، ہمارے دستور کے مطابق "باسمک اللھم" لکھو، رسول اللہ ﷺ نے ان کا کہنا مان لیا، معاہدہ کا مضمون شروع ہوا، جب "ھذا ماقاضی علیہ محمد رسول اللہ" لکھا گیا تو سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم محمد ﷺ کو رسول مانتے تو یہ جھگڑا ہی کیوں ہوتا "محمد رسول اللہ" کی بجائے "محمد بن عبد اللہ" لکھو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا گو تم مجھے جھٹلا رہے ہو؛ لیکن میں خدا کا رسول ہوں، پھر علیؓ سے فرمایا کہ : "رسول اللہ" مٹا کر میرا نام لکھدو، حضرت علیؓ نے عرض کیا میں اپنے ہاتھ سے نہیں مٹا سکتا، اس عذر پر آپ ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے مٹا کر "محمد بن عبداللہ" لکھدیا۔

اس واقعہ میں اپنے قلم سے لکھا ہوا، دشمنوں سے صلح نامہ پر، دشمن کے مطالبے کے باوجود، نبی کے حکم کے باجود نہ کاٹنا عشق کی بنیاد پر تھا، اور میلاد میں اپنے مزے کی خاطر کیک پر گنبد، نبی کریم ﷺ کا نام چاقو اور تلوار سے کاٹنا عشق بن گیا، گنبد کی شبیہ بنا کر کوئی غیر مسلم تلوار چلائے، محمد ﷺ کا نام لکھ کر کوئی اس پر چاقو چلائے تو گستاخ بن گیا، مسلمان کیک پر یہ حرکت کرے تو عاشق بن گیا؟

یہ انداز بھی قطعاً درست نہیں ہے کہ ہر سوال کے جواب میں کہا جائے: "قرآن و حدیث میں کہیں کیک کاٹنے کو ناجائز نہیں لکھا، لہٰذا ہم کیک کاٹیں گے" شکر ہے کہ یہ قرآن میں لکھا نہیں ورنہ جو بات قرآن میں ہو اُس کا انکار کفر ہو جاتا نیز جس مسئلے کی جو فقہی حیثیت ہے، اُس کے مطابق اُس کے قبول یا رَد کرنے کے لیے اُس سطح کی دلیل دی یا طلب کی جاتی ہے۔

کیک کاٹنے کی ممانعت کا حکم تشبّہ بالغیر اور تقدیس کے سبب ہے، میلاد النبی ﷺ کی مقدس محافل خرافات ولغویات کا شکار نہ ہوں، یہ محافل بابرکت، روحانی رہیں، شور وشغب، لغویات سے آلودہ نہ ہوں پیدائش کے موقع پر کیک کاٹنا کسی قوم کا گرچہ مذہبی شِعار نہیں مگر رسومات میں ضرور ہے، جس سے مشابہت کا حکم لگا۔

”خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ“(١)”خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ“(٢) ”مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ“(٣)

رسول اللہ ﷺ نے دین کی حکمت کے لیے مالی وسائل کی دستیابی کے باوجود بیت اللہ کو شہید کر کے دوبارہ بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرنے کی اپنی خواہش کو قربان کر دیا، کیونکہ خدشہ تھا کہ تازہ تازہ اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام کا ایمان متزلزل نہ ہو، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے باطل معبودوں کو برا کہنے سے اس لیے منع فرمایا کہ مبادا اس کے ردِ عمل میں کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ نہ کہہ دیں، ہمیں دیکھنا ہوگا کہ دین کے کسی کام میں ہم جو اضافے کر رہے ہیں، ان سے عہدِ حاضر میں دین کا فائدہ زیادہ ہے یا نقصان؟ اس سے کفار مرعوب ہوتے ہیں یا متنفر؟ اگر نقصان کے احتمالات زیادہ ہیں، تو اس سے اجتناب کریں، موجودہ شِعار پر میلاد النبی ﷺ کو مستحب عمل سمجھ کر منایا جا رہا تو اس کی تقدیس کی کوئی حد ہونی چاہیے۔

ماہِ ربیع الاول اور مولانا ابو الکلام آزادؒ کی آواز

آج ہم ربیع الاول کی آمد پر اس نبی کی جس قدر تعریف و توصیف کرتے ہیں عملاً اس سے اتنے ہی دور ہیں، امت کی حالت زار پر مولانا آزادؒ یوں ماتم کناں ہیں: ”جب تم اس ماہ کے واقعہ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ہو تو اس کی مسرتوں کے اندر تمہیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے جس کے بغیر اب تمہاری کوئی خوشی نہیں ہوسکتی۔ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدائش ہے جس کی یاد کے لئے تم سروسامان کرتے ہو؟ یہ کون تھا جس کی ولادت کے تذکرے میں تمہارے لیے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے، آہ!

---

(١) صحیح بخاری، حدیث: ٥٨٩٢۔

(٢) صحیح مسلم، حدیث: ٢٦٠۔

(٣) سنن ابو داؤد، حدیث: ٤٠٢٨۔

اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لئے جشن ومسرت کا پیغام ہے کیونکہ اس مہینے میں وہ آیا جس نے ہمیں سب کچھ دیا تھا، تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں ماتم نہیں کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا وہ سب ہم نے کھو دیا، اس لئے ایک طرف اگر یہ ماہ بخشنے والے کی یاد تازہ کرتا ہے تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہو جانا چاہئے، تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو؛ مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے لیے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے، تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو؛ مگر آہ! تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے، تم گلاب کے چھنٹوں سے اپنے رومال وآستین کو معطر کرنا چاہتے ہو مگر آہ! تمہاری غفلت کے تمہاری عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کے مشام روح یکسر محروم ہیں۔ کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب وزینت ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہِ ربیع الاول کی ولادت کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، تمہاری زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوہ نبیؐ کی مدح وثنا کے لیے ترانے اٹھتے''۔(۱)

حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کی پکار

حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ امت کی حالت کا یوں رونا روتے ہیں: ''اگر آج ہم اس بڑے امین کے نقش قدم پر چلتے ہوتے تو ہم میں خیانت وبد دیانتی کا گزر نہ ہوتا، اگر ہم آج اس رؤف ورحیم کے پیرو ہوتے تو ہمارے دلوں میں ایک دوسرے سے بے اعتمادی وبدگمانی نہ ہوتی، اگر آج ہم نے اس غار حرا کے بیٹھنے والے کے آثار مبارک کو اپنا سرمہ چشم بنایا ہوتا تو ہمارے باطن میں کسی قسم کی گندگی باقی نہ رہ جاتی، اگر آج ہم فاتح

(۱) رسولِ رحمتؐ: مولانا ابو الکلام آزاد

بدر کی عظمت دل سے کرنے والے ہوتے تو مخالفین کے مقابلہ میں ہمیں شکستیں نصیب نہ ہوتیں، اگر آج ہم رحمۃ للعالمین کے پیام پر سچے دل سے ایمان رکھتے تو اپنی جیسی مخلوقات کے ساتھ بیگانگی اور مخالفت نہ ہوتی، اگر آج سچ بولنے اور سچ کے برتنے والے نبی کے طریقے پر ہم قائم ہوتی تو جھوٹ کا ہماری آبادیوں میں نام ونشان ہی نہ ہوتا، اگر آج ہم کو اسم مبارک احمد ﷺ کی لاج ہوتی تو اللہ کی حمد وثنا سے ہمیں اس قدر گریز نہ ہوتا، اگر آج ہم کو اسمِ گرامی محمد ﷺ سے عملاً کوئی واسطہ ہوتا تو اپنی موجودہ پستی وبدنامی سے یہ مراحل دور ہوتے، آج جبکہ سارے ملک میں میلاد مبارک کی محفلیں آراستہ ہورہی ہوں گی کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ان کے ساتھ ساتھ ہم اپنے خلوت خانہ قلب میں بھی کچھ دیر کے لیے ذکر پیمبر و یادِ رسول ﷺ کی محفل گرم کریں"۔

عید منانے کا طریقہ

(۱) اسلام میں عید الفطر اور عید الاضحی دوخوشی کے دن ہیں، عیدین کے موقع پر خود نبی ﷺ کیسے خوشی مناتے تھے، خوشی منانے کا طریقہ آپ ﷺ نے سیکھایا، عیدین کے موقع پر پاک صاف کپڑے، غسل وصفائی کے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کرے جو عام نمازوں کے مقابلہ میں ٦ / زائد تکبیروں کے ساتھ ہے، عید الاضحی کے موقع پر قربانی اور عید الفطر میں صدقہ ادا کرے، اس سے خوشی منانے کا طریقہ واضح ہوتا ہے، خوشی کا دن دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے استحضار، ان پر شکر گذاری، زیادہ سے زیادہ خدا کی بڑائی بیان کرنے اللہ کے محتاج بندوں کا تعاون اور ان کے ساتھ ہمدردی کا دن ہے، خوشی وغم کے تعلق سے پیغمبر اسلام ﷺ نے مکمل رہنمائی فرمائی ہے، مسلمان زندگی کے کسی معاملہ میں آزاد نہیں ہے، خوشی کے موقع پر پیغمبر ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی کہ گانے بجانے اور موسیقی کے ذریعہ ہنگامہ برپا کیا جائے، راستوں اور چوراہوں پر رکاوٹیں کھڑی کرکے دوسروں کو زحمت میں مبتلا کرکے برادرانِ وطن کو انتہائی غلط پیغام دیا جائے، بعض غیر مسلم یہ پوچھنے لگے کہ "کیا پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے اس طرح کی حرکتوں کی اجازت دی تھی؟ یہ طریقہ بالکل ہمارے

گنیش کے طریقہ کی طرح نہیں؟ اس قسم کے سوالات سے سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

(۲) ''عید'' کا لفظ ''نماز، روزہ، حج'' کی طرح شرعی اصطلاحی لفظ ہے، اپنے معنی موضوع لہ میں بولا جاتا ہے، لغوی معنی کی مراد متروک ہے، شرعا میلاد کے موقع پر اس لفظ کا استعمال، اور اپنی وضع کردہ مراد لینا خلاف عقل وشرع ہے، میلاد کے موقع پر شرعا کونسا عمل کن شرائط، واجبات ومستحبات کے ساتھ ثابت ہے، جس طرح عیدین میں ہے؟ بلکہ عید ضیافت اللہ ہے تو روزہ منع ہے، میلاد میں روزہ منع ہونا ثابت نہیں ہے، عید میں نماز وخطبہ ثابت ہے، میلاد میں ثابت نہیں، بلکہ خلافِ شرع عمل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمالِ عید احادیث میں تفصیلاً ثابت ہیں، جبکہ میلاد کے اعمال کی تفصیل ثابت نہیں، اعمالِ عید عہد نبوی سے اب تک بلا تر مسلسل ایک ہی طریقہ سے عملاً ونقلاً ثابت ہے جبکہ میلاد کے اعمال کا عملاً ونقلاً ایک ہی طریقہ پر ثابت نہیں، ۶۰۰ھ میں اسکا رواج ہو، ہر دور میں ہر شہر میں مختلف انداز سے منایا جانے لگا، مسنون ہوتا تو اس قدر تغیر نہ ہوتا، سنت کی خاصیت مبنی اور بدعت کی خاصیت معرب کی ہوتی ہے، حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی گئی دو عیدوں کو کافی نہ سمجھ کر مزید عید کا اضافہ شانِ رسالت میں بے ادبی ہے، یہ الزام ہے (نعوذ باللہ) کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو ایک عید بتانا بھول گئے۔

(۳) سماج میں ہر کام کی جگہ متعین ہے، تجارت کی جگہ بازار، کھانے کی جگہ ہوٹل، سونے کی جگہ بیڈ روم، پڑھائی جگہ اسکول، علاج کی جگہ ہسپتال، جب یہ عید ہے تو عید عبادت ہے، اور عبادت کے لئے بہترین جگہ مسجد ہے، نہ کہ بازار، میلاد النبی کرنا ہے تو بہترین جگہ مسجد میں نبی کا تذکرہ ہو، سڑکوں پر چور راہوں پر کونسی عید منائی جاتی ہے؟۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن روزہ ثابت ہے اور مسنون ہے، وجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کا دن ہونا، اور بندے کے اعمال رب کی بارگاہ میں پیش کیا جانا

''کان یصوم یوم الاثنین ویوم الخمیس ،وسئل عن ذلک

فقال: ان اعمال العباد تعرض یوم الاثنین و یوم الخمیس "(۱)

پیدائش کی تاریخ میں روزہ ثابت نہیں ہے، تاریخ پیدائش سال میں ایک ہی مرتبہ آتی ہے، جبکہ پیر کا دن ہر ہفتہ آتا ہے، صحابہؓ پیر کے دن روزہ کی وجہ پوچھی تھی، تاریخ پیدائش میں روزہ کی وجہ نہیں پوچھی تھی، اعمال ہر پیر و جمعرات پیش ہوتے ہیں نہ کہ تاریخ پیدائش میں پیش ہوتے ہیں، کتب فقہ میں پیر کے روزہ کا ذکر ہے، تاریخ پیدائش میں روزہ کا نہیں۔

(۵) ربیع الاول میں ولادت بھی ہے، وفات بھی ہے، دونوں ایک ہی ماہ میں ہونے کی حکمت یہ ہے کہ "آپ ﷺ کی ولادت کی وجہ سے نہ تو "یوم العید" (خوشی کا دن) منائے اور نہ "یوم الحزن" (غم کا دن) یوم العید منانا چاہے گا تو وفات کا خیال غلو پر مشتمل خوشی کو روک دے گا، "یوم الحزن" منانا چاہے تو ولادت کا خیال غم کو روک دے گا، سچ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ولادت سے زیادہ کوئی واقعہ خوشی کا اور آپ ﷺ کی وفات سے زیادہ کوئی واقعہ غم کا نہیں ہے۔(۲)

تذکرۂ نبوی ﷺ کے چند آداب

عید کے روز رسول اللہ ﷺ نے بچیوں کو اشعار پڑھتے ہوئے یہ مصرعہ سنا "و فینا نبی یعلم ما فی غد" ہمارے درمیان ایسا نبی موجود ہے جو آنے والے کل کے حالات بھی جانتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے روک دیا کہ یہ بات نہ کہو اور باقی جو کچھ کہہ رہی ہو کہتی رہو۔

جاء رسولُ اللهِ ﷺ فدخَل علَيّ صبيحةَ عُرْسي فجلَس على فراشي كمجلسِك مِنّي فجعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٍ لنا يضرِبْنَ بدُفٍّ لهنَّ ويندُبْنَ مَن قُتِل مِن آبائي يومَ بدرٍ إلى أنْ قالت إحداهنَّ: وفينا نبيٌّ يعلَمُ ما في غدِ فقال رسولُ اللهِ ﷺ: (دعي هذا وقُولي ما

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس

(۲) مستفاد: خطبات حکیم الامت، مواعظِ میلاد النبی وعظ "النور"

کُنتِ تقولینَ۔(۱)

اس سے عقیدۂ توحید پر زد پڑتی تھی، حضورؑ کی مدح میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اس سے اسلام کے کسی مسلمہ عقیدہ پر زد نہ پڑتی ہو۔

بخاری شریف میں ہے کہ قریش کے شاعروں نے جب غزوۂ احزاب میں ناکامی کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ کی مخالفت اور نعوذ باللہ ہجو میں اضافہ کر دیا تو ان کے جواب کیلئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور ایک موقع پر اپنے جذبات کا اظہار اس طرح فرمایا کہ میں اپنی زبان کے ساتھ ان قریشیوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ حسانؓ! میں بھی تو قریشی ہوں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں قریش کی مذمت کرتے ہوئے آپ کو درمیان سے ایسے نکال دوں گا جیسے آٹے میں سے بال نکال دیا جاتا ہے۔لیکن آپ ﷺ نے صرف اتنی بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ کر ان سے میری رشتہ داریوں کی تفصیل معلوم کرلو۔

استأذن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ في هجاء المشركين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم (فكيف بنسبي) .فقال حسان لأسلنك منهم كما تسل الشعرة من العجين. (۲)

مطلب یہ تھا کہ کہیں انجانے میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دو جس سے جناب رسول اکرم ﷺ کے لیے سوءادب کا پہلو نکلتا ہو، اسلام کے دفاع و جناب رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کی جنگ میں خطباء وشعراء نے حضورؑ کی مدح اور اسلام کی خوبیوں کے بیان کے ساتھ کفار کی طرف سے کی جانے والی ھجو اور اٹھائے جانے والے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا جواب دیا اور کفار کے پروپیگنڈے کا رخ پھیر دیا، عالمی سطح پر اسلامی احکام و قوانین، قرآن کریم اور جناب نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر اعتراضات و کردارکشی کی مہم

ہر سطح پر جاری ہے، ان حالات میں نعتیہ شاعری بھی اسلام کے دفاع اور حضور ﷺ کی حرمت و ناموس کے تحفظ کے لیے اپنا کردار ادا کر سکتی ہے ۔

نبیوں کے آپس میں تقابل سے گریز : قرآن کریم نے بعض انبیاءؑ کو بعض دوسرے انبیاءؑ پر فضیلت دی ہے، سب انبیاء کرامؑ پر اپنی فضیلت اور برتری کا ذکر خود جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو علی الاطلاق تمام انبیاء کرامؑ پر فضیلت حاصل ہے، شارح بخاری حضرت علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ مطلق فضیلت بیان کرنے سے منع نہیں بلکہ ایسی فضیلت بیان کرنے سے روکا ہے کہ جس سے دوسرے کی اہانت کا پہلو نکلتا ہے، تقابل کی صورت میں دوسری طرف کچھ نہ کچھ اہانت یا تخفیف کا پہلو ضرور نکل آتا ہے، حضرات انبیاء کرام، حضرات صحابہ کرامؓ، دو بزرگوں یا دو گروہوں کو تولنے رواج شروع ہو چکا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی دعا عام آدمی کی دعا کی طرح نہیں ہے، حضور ﷺ کسی کو بلائیں تو ان کا بلانا عام آدمی کے بلانے کی طرح نہیں ہے، حضور ﷺ کو اس طرح بے تکلفی سے نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو، یہ مقام ادب ہے حتیٰ کہ اس کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ اگر مجلس میں تمہاری آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہوگئی تو یہ سوء ادب تصور ہوگی اور تمہاری نیکیاں اس طرح برباد ہو جائیں گی کہ تمہیں شعور تک نہ ہوگا، نعت میں یا خطابت میں آنحضرت ﷺ کا تذکرہ بے تکلفی کے ساتھ نہیں کرنا چاہیے۔

تذکرے کی شکلیں

اس یادگار مہینے میں رسول اللہ ﷺ کا خود مطالعہ کرنے اپنے مطالعہ کو نسل نو تک پہنچانے کا اہتمام کریں، ہر زبان میں سیرت کا لٹریچر موجود ہے، مختصر بھی، متوسط بھی اور ضخیم بھی ہے، اس مہینے کو سیرت پڑھنے، اپنی نئی نسل تک پہنچانے کا مہینہ بنائیں، مسلمان نوجوانوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور طلبہ و طالبات کو رسول اللہ ﷺ کی

پاک اولاد وازواج مطہرات کے نام تک یاد نہیں، صحابہ کا نام دریافت کیا جائے تو چاروں خلفاء کے بعد کم لوگ ہوں گے جو بتا سکیں، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے اہم واقعات کا بھی علم نہیں، کیا یہ بات محبت کے تقاضے میں داخل نہیں ہے کہ اپنے محبوب کو جانے، پہچانے اور دوسروں سے اس کا تعارف کرائے؟

ا۔کوئز پروگرام منعقد کریں، بچوں کو انعام دیں۔

۲۔ برادران وطن تک رسول اللہ ﷺ کی انسانیت نواز تعلیمات، آپ ﷺ کی بلند اخلاقی کے واقعات پہنچائیں، مغرب کی منظم کوشش اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی جائیں، توہین کے مختلف حربے استعمال کئے جارہے ہیں، توہین کے واقعات پر احتجاج میں حق بجانب ہونے کے باوجود یہ مسئلہ کا پائیدار اور مستقل حل نہیں ہے، اصل حل ہر غیر مسلم بھائی تک فرداً فرداً رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پہنچائی جائے۔

۳۔مقامی زبانوں میں سیرت کا لٹریچر زیادہ مقدار میں شائع کیا جائے ہر صاحب استطاعت مسلمان یہ طے کرلے کہ وہ انگریزی، ہندی یا ہندوستان کی کسی مقامی زبان میں موجود سیرت کی کتاب کے ایک سو تا ایک ہزار نسخے اپنے برادران وطن تک پہنچائے۔

۴۔ ہاسپٹل جا کر مریضوں میں، ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹینڈوں پر جا کر مسافروں میں، اسکولوں اور کالجوں میں جا کر اساتذہ اور طالبات میں تقسیم کرے، یہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا حقیقی اظہار بھی، غلط فہمیوں کے ازالہ کا بہترین ذریعہ بھی، بدقسمتی سے اپنی ضروری اور غیر ضروری خواہشات کی تکمیل کے لیے لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں، لیکن کبھی سیرت النبی ﷺ پر کتابیں خرید کر خود پڑھیں اور بچوں کو بھی اس کا عادی بنائیں۔

کرنے کے کام

سیرت رسول ﷺ کی دعوتی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”غیر مسلم طبقہ پر اتمام حجت کے دو طریقے ہیں: ایک طریقہ یہ ہے

کہ ہم مسلمان اپنی عملی زندگی کو اسلام کی صداقت کا عملی نمونہ بنا کر پیش کریں اور ہماری عملی زندگی میں لوگ اسلام کی برکتیں اور رحمتیں دیکھ کر اسلام کو نجات و ہدایت کا راستہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ کے اخلاقی کمالات اور آپ ﷺ کا معجزانہ کیریکٹر لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے اور ہر طبقہ کو اس کی زبان، اس کی سمجھ اور اس کی استعداد کے مطابق سمجھانے کی کوشش کی جائے تاکہ رحمۃ للعالمین ﷺ اور صاحب خلق عظیم رسول کی محبت لوگوں کے دلوں میں اتر جائے اور پھر اس محسن انسانیت ﷺ کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کو لوگ سچا ماننے پر اپنے آپ کو مجبور پانے لگیں۔(۱)

ہر سال کے ماہِ ربیع الاول کو رسمی ہنگاموں کے حوالے کرنے کے بجائے اس ماہ کو نبی کریم ﷺ سے وابستگی کا احیائے سنت و اشاعتِ سیرت کا مہینہ بنائیں، محبت کے حقیقی تقاضے پر عمل کریں:

(۱) اس ماہ میں سیرتِ رسول کے مطالعہ کا اہتمام۔

(۲) روزمرہ کی سنتوں پر جان جان کر عمل۔

(۳) کسی ایک مٹی ہوئی سنت کا احیاء۔

۴) بچوں کو اخلاقِ رسول ﷺ سے واقف کرانا۔

(۵) روزانہ دس منٹ افرادِ خاندان کے سامنے سیرتِ رسول پر کوئی کتاب پڑھ کر سنانا۔

(۶) ہر دن، کم از کم ہفتہ میں ایک بار بچوں کو کسی ایک سنت پر عمل کے عادی بنانا۔

(۷) اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کو نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ عالیہ سے عملی طور پر واقف کرانا۔

(۸) یہود و نصاریٰ کی جانب سے سیرتِ رسول کے تعلق سے پھیلائی گئی غلط فہمیوں کے ازالہ کی تدبیر کرنا۔

(۹) سیرتِ رسول کو اجاگر کرنے والے مختصر رسالے ملک کی مختلف زبانوں میں شائع کرنا۔

مولانا احمد ومیض صاحب ندوی نقشبندی دامت برکاتہم لکھتے ہیں: سیرتِ رسول ﷺ

کے دعوتی استعمال کے لئے مختلف طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں مثلا یہ کہ مختلف زبانوں میں سیرت سے متعلق مؤثر لٹریچر تیا کر کے عام کیا جائے، غیر مسلموں کے سامنے سیرتِ رسول ﷺ کے رحمت والے پہلو کو رکھا جائے اور آپ ﷺ کی وہ تعلیمات جو انسانی رواداری اور امن عالم پر مبنی ہیں رائج کی جائیں، مختلف تقریبوں اور عیدوں کے موقع پر غیر مسلموں کو مدعو کر کے سیرت بیان کی جائے، اہل علم طبقہ کے لیے علمی انداز اختیار کیا جائے، مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے الگ الگ اجلاس بھی منعقد کیے جاسکتے ہیں، جیسے وکالت سے تعلق رکھنے والے وکلاء مسلم وغیر مسلم وکلاء کا اجلاس منعقد کریں، اسی طرح ڈاکٹرس مسلم وغیر مسلم ڈاکٹروں کو مدعو کریں، تاجر حضرات غیر مسلم تاجروں کا اجلاس منعقد کریں۔

مرتب کی دیگر کتابیں

۱۔رمضان المبارک معروفات ومنکرات

۲۔اصلاحی واقعات دو جلدیں

۳۔اصلاح الرسوم (تسہیل،تعلیق وتخریج)

۴۔عصری خطبات مجلدات (زیرِطبع)

۵۔جماعت اولی کی اہمیت و جماعت ثانیہ کی حیثیت

۶۔نیاسال مغرب اوراسلام کانقطۂ نظر

۷۔کرسمس کی حقیقت عقل ونقل کی روشنی میں

۸۔ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینہ میں

۹۔اپریل فول کی تاریخی حیثیت

۱۰۔خیرالبیان (مدارس کے طلبہ کے لئے)

۱۱۔ہندوستانی مسلمان آزادیٔ وطن سے تعمیرِوطن تک (زیرِطبع)

۱۲۔نفع المفتی والسائل (عربی،تحقیق وتخریج،زیرِطبع)

۱۳۔ اللمعة اذا جتمع العيد و الجمعة

۱۴۔کھیل کود کی تاریخی وشرعی حیثیت

۱۵۔احکام اعتکاف

۱۶۔خواتین رمضان کیسے گذاریں؟

۱۷۔یوم جمہوریہ حقیقت کے آئینہ میں

۱۸۔پتنگ بازی حقائق ونقصانات

۱۹۔معراجِ مصطفی کے چالیس سبق

۲۰۔عظمت اہل بیت اورمسئلہ زکوۃ

۲۱۔ارطغرل غازی سیریل حقائق اورغلط فہمیاں

۲۲۔یتیمی اور یتیموں کے کارنامے
۲۳۔لون (قرض) کے جدید مسائل
۲۴۔ظالموں کا انجام سچے واقعات کی روشنی میں
۲۵۔کرکٹ کی تاریخی وشرعی حیثیت
۲۶۔فروع الایمان (تسہیل،تخریج وتضمیم)
۲۷۔قربانی اور مسلکی مسائل
۲۸۔عصمت دری اسباب وسد باب
۲۹۔سنتِ فجر فضائل ومسائل
۳۰۔خطباتِ قاسمیہ
۳۱۔برادرانِ وطن سے تعلقات حدود وحقوق
۳۲۔کمیشن اور بروکری کے احکام
۳۳۔کرایہ کے جدید مسائل
۳۴۔ٹوپی کی شرعی حیثیت
۳۵۔اسلام میں تجارت کی اہمیت
۳۶۔جبراً تبدیلی مذہب کی حقیقت
۳۷۔بلاوضو قرآن مجید چھونے کا حکم
۳۸۔اولاد کے حقوق
۳۹۔تیسیر المبتدی (بترتیب جدید)
۴۰۔مطلقہ وبیوگان کے حقوق
۴۱۔صحبت اہل اللہ کی اہمیت
۴۲۔لو جہاد حقیقت یا فسانہ
۴۳۔ضیافت فضائل ومسائل